دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ
مدیر: مولانا سمیع الحق
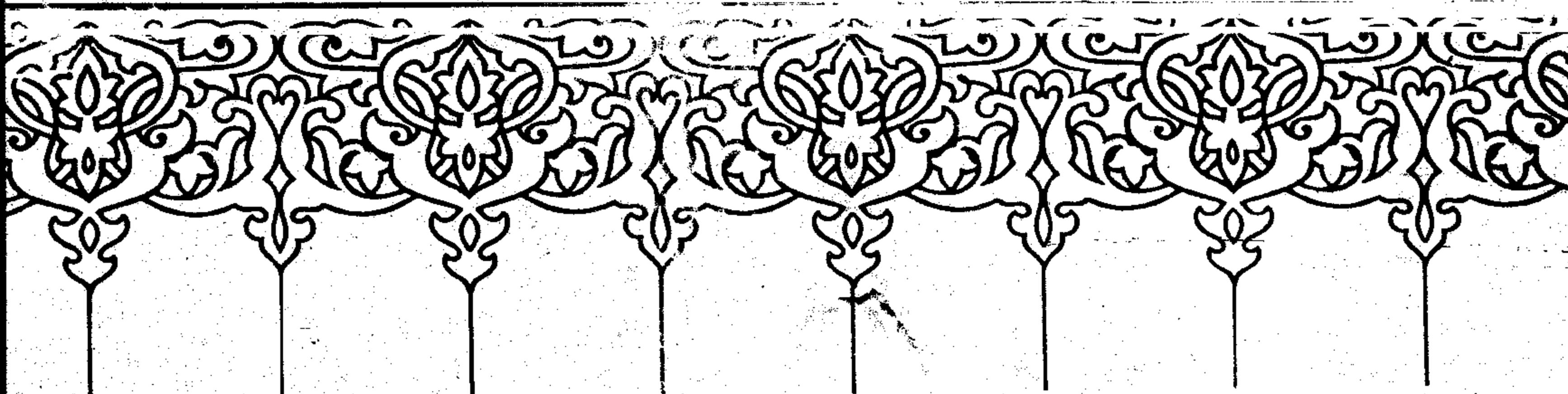
اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

ربیع الاول ۱۴۱۱ھ
اکتوبر ۱۹۹۰ء

جلد ۲۶
شمارہ ۱

بانی: حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر معاون: عبد القیوم حقانی

مدیر: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱ / ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۵۰/- روپے فی پرچہ ۵/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۹/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ

سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقش آغاز

* ماہنامہ "الحق" کے سالِ نو کا آغاز
* بیت المقدس میں یہودی جارحیت کا عبرتناک انجام

ماہنامہ الحق ربع صدی کا سفرِ زندگی پورا کرکے تازہ شمارے سے صدی کی دوسری چوتھائی میں داخل ہو رہا ہے قارئین حضرات کی خدمت میں اظہارِ تشکر، سپاسِ پروردگار، اعترافِ تقصیر اور اعتذار کے ساتھ بارگاہِ صمدیت سے قوی اُمید ہے کہ انتخابات کے نتائج اور قومی فیصلہ سے کروڑوں مضطرب دلوں کو اطمینان کی نعمت سے سرفرازی نصیب ہوگی۔ کامیابی اور ناکامی اور مستقبل کی تمام چابیاں ربِّ قدیر و قہار کے ہاتھ میں ہیں۔ اور اپنے ذمہ مقدور بھر سعی وجہاد کا جو فریضہ عائد ہوتا ہے یقین ہے کہ اس حساس اور نازک مرحلہ پر الحق سمیت کسی بھی دلِ دردمند نے کوتاہی نہیں کی ہوگی ؎

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

خدا کرے الحق کا نیا سال اور انتخابات کے بعد کی صبح، ذلت و رسوائی، بے حمیتی، بے دینی اور مکر و فریب، دجل و تلبیس، انسانی اقدار کی تذلیل و تحقیر، اسلامی روایات کے خلاف یلغار اور اضطراری معصیت کے خاتمہ کی صبح ہو۔ اللھم انا نسئلك النجاۃ والھدایہ والثبات والاستقامۃ والتوفیق والسداد والعافیۃ

○———○———○

گذشتہ ہفتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سجدہ گاہ اور مسلمانوں کے قبلۂ اول بیت المقدس کی عظمت و احترام کی پرواہ کیے بغیر ایک بار پھر اسرائیل افواج نے بے گناہ مسلمانوں کو اپنے ظلم و بربریت کا نشانہ بنایا بیسیوں کو شہید کر دیا اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ مگر یہ "آج" ہمیشہ "آج" ہی نہیں رہے گا، گذرے ہوئے کل پر نظر کرکے آنے والے "کل" کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے۔

ایک ارب سے زائد مسلمان، ان میں بارہ کروڑ عرب مسلمان، اور ان کے بالمقابل چند لاکھ یہودی ــــ بلا شبہ ان چند لاکھ یہودیوں کو "اسرائیل" نامی مملکت دلاتے اور اسے ہر پہلو سے مدد دیتے ہیں، کل کی برطانیۂ عظمیٰ جس کی سرحدوں میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ اُس وقت دہریت کی بنیاد پر اُبھرنے والا روس اور جیسے بھی تھا امریکہ اور دوسرے عیسائی اور اسلام دشمن کافر ممالک، ان سب نے "القدس" پر یہودیوں کو قابض کر وایا، پوری دنیا میں اللہ کے عذاب کے کوڑے سے

مار بھگائے گئے، یہودیوں کو اس مرکز پر جمع کیا اور پھر آج تک ڈالروں، خطرناک ترین اسلحہ اور "اکثریت" کے بل بوتے پر دھاندلی، الغرض ہر ذریعہ سے اسرائیل کی مدد ہی نہیں کی بلکہ اسے کھلے بندوں بین الاقوامی فیصلوں کو پامال کرنے اور انسانی قدر و شرف کو روندنے والی دہشت، بربریت اور انسانیت کشی پر جرأت دلائی۔

لیکن ـــــ یہ سب کچھ تو اُس وقت بھی تھا جب مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ نے ہر مادّی قوت سے تہی دامن، نانِ جویں سے محروم اور خود اپنے محبوب وطن اور بیت اللہ سے نکالے جانے کے باوجود انہی یہودیوں کو خیبر کے قلعے اور چھوٹے بڑے شہر اور قصبے سے ان کی بدعہدی، نفاق انگیزی اور انسانیت دشمنی کی سزا کے طور پر مار بھگایا تھا اور وہ لمحہ سعادت کہ ان یہودیوں ہی سے نہیں تمام دشمنانِ دینِ ابراہیمی کے پلید جسم و جان سے سرزمینِ عرب کو پاک کر کے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی قوتِ مسخرہ ہونے کی زندہ شہادت فراہم کی۔

یہ ہے وہ "کل"، جس کی شہادت خود یہودی بھی دیتے ہیں، اور وہ "آج"، جس کا مشاہدہ ہم آپ سب اپنے سر کی آنکھوں سے کر رہے ہیں ـــــ مگر ذرا پوری توجہ سے سُنیے! ایک "کل" اس "آج" کے بعد بھی آنے والا ہے، جس کے بارے میں ہر قسم کی تاویل سے پاک انداز میں فرما دیا گیا کہ :-

> "سرزمین القدس میں مسلمانوں اور یہودیوں (اور اُن کے سرپرستوں) کے مابین شدید جنگ ہوگی، مسلمان یہودیوں (اور دوسرے دین دشمن دہریوں) کو تہس نہس کر رہے ہوں گے تو چشم افلاک ہی نہیں اُس وقت کا فر اور مسلمان، دونوں اپنے کانوں سے سُنیں اور آنکھوں سے دیکھیں گے کہ پتھر مسلمان کو ان الفاظ میں اپنی جانب متوجہ کرے گا: تعال ایھا المسلم! ان یھودیًا ورائی فاقتلہ۔ اے مسلمان! اِدھر آؤ! یہ یہودی میرے پیچھے چُھپا بیٹھا ہے اس کا سر قلم کرو اور اسے کیفرِ کردار تک پہنچا دو"

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی قسم! یہ بات بھی اسی طرح سچ ہوگی اور انسانی آنکھ اسے دیکھے گی، جس طرح مکہ معظمہ سے نکالے جانے والے ناتواں قافلہ کو اس کے سالارِ اعظمؐ اور ہادیٔ صادقؐ نے لتدخلن المسجد الحرام (یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ تم مسجد الحرام میں پھر سے بصد جلال و جمال داخل ہوگے) کی بشارت دی تھی اور وہ فاتح کی حیثیت سے سچ مچ داخل ہوئے۔

ایسا ہی ـــــ مسلمان "ننگِ انسانیت" یہودی نسل کو کیفرِ کردار تک پہنچائیں گے، بجز اُن کے جو اپنے آپ کو تمام یہودیانہ خصلتوں اور اسرائیلیانہ (اسرائیلی ریاست کی جانب منسوب نہ کہ اسرائیل کی نسبت سے) رذالتوں سے پاک کر کے ادخلوا فی السلم کافۃ کے ربانی حکم کی تعمیل کریں گے۔

اللہ رب العزت نے توفیق شاملِ حال فرمائی تو اس عنوان کی بعض ضروری تفصیلات آئندہ شمارے میں پیش کرنے کا اہتمام ہوگا۔ انشاء اللہ والامر بید اللہ العلی العظیم۔

(عبد القیوم حقانی)

نومبر میں سالانہ اجتماع کی مناسبت سے | مولانا عبدالقیوم حقانی

تبلیغی جماعت

ایک عالمی، اسلامی انقلابی تحریک

ہر سال نومبر میں عالمی، اصلاحی، اسلامی اور انقلابی تحریک، تبلیغی جماعت کے زیرِ اہتمام رائے ونڈ میں سالانہ اجتماع منعقد ہوا کرتا ہے، اس سال بھی حسبِ معمول ۹، ۱۰، ۱۱ نومبر کی تاریخیں اجتماع کے لیے مقرر کر دی گئی ہیں۔

اجتماعی، پھر خاص کر قومی و ملی، دینی اور اصلاحی و تبلیغی کاموں کا تجربہ رکھنے والے احباب سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ انتشار و افتراق، مادیت کی یلغار اور نفسانیت و انانیت سے مغلوب موجودہ معاشرہ میں کوئی اجتماعی کام کرنا کتنا مشکل، جان سوز، دلگداز اور صبر آزما ہوتا ہے۔

پھر جب کام بھی ایسا ہو جو زمانہ کے رواج، نئے دور اور نئے اطوار اور تہذیبِ جدید کے فیشن سے بالکل مختلف ہو، نیز اس میں ظاہری کشش کے وہ سامان بھی نہ ہوں جو موجودہ زمانہ میں عام طور پر جاذبِ نظر ہوا کرتے ہیں، نہ پوسٹر ہوں نہ اشتہار، نہ ریڈیو میں خبر آئے اور نہ اخبار میں تصویر، ٹیلیویژن والے ٹیلی کاسٹ کریں تو انہیں بھی منع کر دیا جائے ——— اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کی دعوت و مطمحِ نظر اور اس کی پکار ایسی عام اور آغوش ایسی کشادہ ہو کہ ہر کلمہ گو بلکہ ہر ابنِ آدم کو سما لینے کا حوصلہ ہی نہیں مضبوط ارادہ اور پیہم کوشش بلکہ اس کی تمام تر مساعی کا ہدف بھی یہی ہو۔

چنانچہ اس کے کارکنوں میں میوات کے اُمّی اور اَن پڑھ دیہاتیوں سے لے کر امریکہ اور یورپ کی یونیورسٹیوں کے اساتذہ تک لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد اپنی اپنی صلاحیتوں اور خداداد استعداد کے جوہر دکھا رہے ہوں اور جس کی راہ میں حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی، اہلِ حدیث، عرب و عجم، گورے اور کالے سب اپنی اپنی بساط کے مطابق قربانیاں دے رہے ہوں۔

اپنے ذاتی مفادات، مصالح اور باہمی اختلافات بھلا کر بقول مولانا محمد یوسفؒ کے "امت پنا" حاصل کرنے کی کوشش میں اپنی تمام صلاحیتیں کھپا رہے ہوں ——— اور جس کا دائرہ کار اور حلقۂ عمل اتنا ہی وسیع

ہو جتنا کرۂ ارض کا ـــ تو ایسے کام کو سنبھالے رکھنا، حکمت و مصلحت اور نظم و تدبیر سے آگے بڑھاتے رہنا۔ پھر اس کے مخصوص مزاج، اس کے اصول و قواعد، اس کے منفرد انداز اور طریقِ کار کو سلامت رکھنا، جدید دور کی مؤثر اور چنگھاڑتی ہوئی تحریکوں کی بھیڑ میں اسے گم نہ ہونے دینا، مختلف ذہنوں، مختلف فکروں، مختلف سوچوں اور مختلف ماحولوں کے پروردہ اور گوناگوں افکار و خیالات کے حامل لوگوں کے اشکالات کو دور کرکے، ان کے اعتراضات کو حوصلہ کے ساتھ سن کر ان کو تسلی بخش جواب اور تشفی سمیت ایک مخصوص رنگ میں انہیں رنگنا ـــ پھر مزاجوں کے اختلاف کی ضروری حد تک رعایت کے ساتھ سب کو مشترکہ مقصد کے لیے استعمال کرنا اور مختلف صلاحیتوں پر نظر رکھ کر انہیں پروان چڑھانا، یہ اور اس طرح کے بے شمار پہلو ہیں جن کی وجہ سے ایسے حساس، انقلابی اور ہر لحاظ سے خالص دینی اور ہمہ گیر کام کی قیادت عملاً انتہائی مشکل اور اس کا بار انتہائی گراں ہو جاتا ہے بلکہ واقعہ بھی یہ ہے کہ ؏

؏ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

عام لوگ اور دنیا میں پھیلی ہوئی مختلف تحریکوں کے ذمہ دار حضرات عموماً یہ سوال کر بیٹھتے ہیں کہ آخر اس تحریک کی کامیابی کا راز کیا ہے؟ نہ پروپیگنڈہ ہے نہ میکیاولی طرزِ سیاست کے جھوٹے ہتھکنڈے، نہ جدید ذرائع ابلاغ کے وسائل اور نہ ان کی آفر کے باوجود استعمال و تشہیر کی اجازت ـــ پھر بھی کام آگے بڑھ رہا ہے۔ ساٹھ سال سے زائد ہونے کو ہیں مگر اس جماعت میں تاہنوز کسی اختلاف اور باہمی منازعت اور جتھے بندی کی نوبتیں نہیں آئیں؟

اس کا جواب وہی حضرات دے سکتے ہیں اور سمجھ بھی وہی سکتے ہیں جن حضرات کو علمی اور مطالعاتی ذوق سے حصہ وافر عطا ہوا ہو، اگر زیادہ نہیں تو کم از کم امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات، امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی "ازالۃ الخفاء" شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی "صراطِ مستقیم" اور "منصبِ امامت" کے مطالعہ سے بہرہ ور ہو چکے ہوں تو وہ بآسانی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مولانا محمد الیاسؒ کی دعوت و تبلیغ، اس کی قیادت اور طرزِ فکر و تفہیم کا سرچشمہ محض ذہانت، مطالعہ، وسعتِ علم اور کسی خاص فلسفہ و تحریک یا صورتحال کا ردِ عمل نہ تھا بلکہ ان کا سرچشمہ کثرتِ عبادت و انابت، دُعا، قرآن مجید میں عمیق تدبر، سیرتِ نبوی کا عاشقانہ مطالعہ، مخلصانہ تتبع، اجتباء اور ہدایتِ ربانی تھا۔

اور اگر قرآنی اور اسلامی نقطۂ نظر سے اس تحریک کی بنیاد، طریقِ کار، لائحہ عمل اور مساعی کے اہداف پر غور کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ کوئی نیا کام ہرگز نہیں۔ دعوت ہی اس امتِ مسلمہ کی اساس ہے، دعوت اس امت کا شعار و پیغام اور یہی اس کی افادیت ہے، یہی اس کی زندگی اور

کامرانی کی شرط ہے، اس اُمت کا عہدِ رسالت مآبؐ میں بھی اسی طرح تعارف ہوا تھا ـــــــ اگر آج قریشِ مکہ کے مُردے اور بدر و اُحد کے مقتولین زندہ ہو جائیں اور مسلمانوں سے پوچھیں کہ تمہارا وہ امتیاز اور مقصدِ زندگی کدھر گیا جس کو لے کر تم دنیا میں آئے تھے، جو تمہارے خیرِ اُمت ہونے کی اصل وجہ شرافت تھی اور دنیا طلبی، عیش کوشی، مصلحت پرستی، تن آسانی، بے اصولی اور بے ضمیری میں ہمارے اور تمہارے درمیان کونسا بڑا فرق ہے ؟ ـــــ تو کیا ہمارے پاس اس کا کوئی جواب بن پڑے گا ؟

تبلیغی جماعت کے کارکنوں کی نقل و حرکت پر بعض بزعمِ خود، جہاد و انقلاب کے مُدعی بعض اوقات یہ پھبتی کستے ہیں کہ تبلیغی جماعت نے اب تک انقلاب لانے میں کون سا کارنامہ سرانجام دیا ہے ؟ تو گذارش ہے کہ اوّلاً تو تبلیغی جماعت مروجہ طرزِ سیاست اور طریقِ انقلاب کو نہ اسلامی سمجھتی ہے اور نہ اسے اپناتی ہے اور نہ بلند بانگ دعوؤں، اعلانات اور بے جا شور و غل پر یقین رکھتی ہے۔ اس کے ہاں طریقِ انقلاب میں ریاکاری اور موجودہ سیاست کاری کی کوئی اہمیت نہیں۔ وہ صرف اور صرف حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وفاداری کو اسلامی انقلاب کا ہدف قرار دیتی ہے، جب تک افراد کی اصلاح نہ ہو جماعت اور معاشرہ کی پاکیزگی ناممکن اور غیر فطری ہے۔

تبلیغی جماعت کی نقل و حرکت کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہی بات سامنے آئے گی کہ اس کے دینی و اصلاحی فوائد، نمازوں میں ترقی، ذکر و شب بیداری کی توفیق، منکرات سے اجتناب کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کو اس کے اور بیش قیمت فوائد حاصل ہوئے جن میں سادگی، قناعت، جفاکشی، کفایت شعاری، ربط و تعارف، اکابر علماء اور مصلحین اُمت سے ذاتی تعلق، اپنی کمزوریوں کا علم، عوام کی دینی پسماندگی اور اُن کی جہالت کا علم اور اہلِ اسلام بالخصوص دینی قوتوں کی ذمہ داری کا احساس پیدا ہوا۔

اس کے برعکس مادیت، جدید تہذیب اور دین سے قطع نظر خالص سیاسی، قومی، علاقائی اور لسانی بنیادوں پر اٹھنے والی تحریکوں نے قوم و ملت کو کیا دیا ؟ ـــــ قومی سیرت کی باصلاحیت قوتوں کو کمزور اور ان کے خطرناک نتائج و ثمرات سے ملت کو دوچار کر دیا گیا ہے۔ اصول اور اخلاق پر ذاتی منافع اور گروہی مصالح کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ عالمگیر اور اصولی حریف (یورپ اور یورپین تہذیب) کے چیلنج کو قبول کرنے اور اس کے مقابلہ سے مجرمانہ غفلت قومی قیادت کا شعار بن چکا ہے، بے عملی اور بزدلی پوری قوم کے رگ و پے میں رچ بس چکی ہے اور قوم و ملت کے بعض سنجیدہ افراد اور عظیم تر قوتیں بھی قومی و لادینی قیادت کی غیر مشروط اطاعت پر بگٹٹ چل پڑی ہیں! اور پھر ملک کی تازہ ترین صورتِ حال کا جائزہ لیں تو تقاریر اور خطابات میں جذبات کے اظہار، نراجیت پسندی اور مخالفت میں ابتذال و اشتعال کی کسی بھی شنیع سے شنیع

حرکت کو بھی عیب نہیں سمجھا جا رہا۔

بے عملی اور بزدلی کا یہ عالم ہے کہ بڑے بڑے سمجھدار لوگ بھی شماتت (دشمن کی مصیبت پر خوشی) پر اُتر آتے ہیں، تربص دوائر (زمانہ کی گردشوں کا انتظار) ان کا شیوہ بن گیا ہے۔ اخلاقی طاقت اتنی کمزور ہو گئی ہے کہ دوسروں کی جرأت و جانبازی اور قربانی کا اعتراف بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت پسندی محض الفاظ تک محدود ہے۔ مسلمانوں کو اپنے آپ سے مایوسی، اعتماد علی الغیر اور اپنی کمزوریوں کا ضرورت سے زیادہ احساس، دوسروں کی طاقت کا ضرورت سے زیادہ اندازہ اور اقلیت و اکثریت کے مسائل سے شب و روز کا یہ انہماک، یہ سب مغربی تہذیب، تعلیم جدید، لادینیت اور انگریزی و مغربی طرزِ سیاست کا نتیجہ ہے، جو مسلمانوں کو ایک جامد قوم دیکھنے کی عادی ہے۔

کاش! ارباب دین و دانش، اربابِ علم و عقل اور اہلِ فکر و شعور اپنے ماحول، سوسائٹی، مقاصد، متعلقات، گروہی و جماعتی اور سیاسی حجابات کی گرفت سے نکل کر اپنے زمانے میں ہونے والے تبلیغی جماعت کے اس عظیم اور مؤثر اور عملاً و واقعتہً اسلامی و انقلابی کام کو قریب سے دیکھنے کی ضرورت محسوس کریں اور غور کریں کہ آخر وہ کون سی طاقت ہے جس کے سہارے یہ لوگ ایسے نشاط، ایسی ہمت اور ایسے استقلال کے ساتھ اتنا بھاری بوجھ، عظیم ذمہ داری بظاہر اپنے ناتوان اور کمزور کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

بعض اوقات تو یہ بھی سوچنا پڑتا ہے کہ اگر یہی کام، یہ اصلاح و تربیت اور یہ دعوت و تبلیغ کا مشن اور تحریک اپنے موجودہ نقائص اور بعض واقعی کمزوریوں کے ساتھ ماضی میں اور کہیں ہوا ہوتا ——— اور ہماری تاریخ جو ہمارے اسلاف اور اسلام کے داعیوں کی پُرعزیمت کوششوں کے تذکرہ سے بھری ہوئی ہے، تو ہم اسے پڑھ پڑھ کر جھومتے، سر دھنتے اور داد دیتے اور حسرت سے سوچتے کہ کاش! ہم بھی اس دور میں ہوتے اور نہ جانے کس کس طرح اپنے تاثر کا اظہار کرتے؟

مگر افسوس کہ ہمارے اپنے زمانہ میں، ہمارے بہت ہی قریب اور بالکل ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے درمیان ایک کام ہو رہا ہے جو بہت قابلِ قدر، انقلابی نتائج و ثمرات کا حامل اور بہت ہی محبت کے قابل ہے۔ ہماری تھوڑی سی توجہ، تھوڑی سی محنت اور تعاون و نصرت اس کی رفتار کو تیز تر کرنے، مؤثر بنانے، اس کے نقائص کو دور کرنے اور اس کی روشنی کو جِلا دینے میں زبردست مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

لیکن اس کے باوجود ہم میں سے بہت سے لوگ اور بڑے ذمہ دار لوگ اس عظیم کام سے بھی ایک عجیب قسم کی بے رُخی کا رویہ اپنائے رکھنے کو کافی سمجھے ہوئے ہیں۔ بسا اوقات ایسے حضرات سے سابقہ بھی پڑتا ہے جو بڑی دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ کام کی اہمیت، اس کی ضرورت اور اس کے انقلابی اثرات

اور ثمرات کے اعتراف کے باوجود اپنے تعلق اور دردمندی کا اظہار صرف تنقید اور تنقیص ہی کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں، اور یہ بھی ایک فیشن بن گیا ہے۔ ایسی باتوں سے بڑا دکھ ہوتا ہے اور بعض اوقات اُن سے احتجاج کرنے کو جی پھڑک اٹھتا ہے ؎

أقلوا علیهم من اللوم لا أبا
لکم وسدوا المکان الذی سدوا

—— "میرے محبوب پر تنقید کا سلسلہ کچھ کم کر دو یا پھر وہ کام کر کے دکھاؤ جو اس نے کیا ہے"۔

ہمیں یہ دعویٰ ہی نہیں کہ جماعت کے کارکن ابن تیمیہؒ، قاسم نانوتویؒ، حسین احمد مدنیؒ، ابوالکلام آزادؒ، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہیں، بلکہ ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ جماعت میں اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو جماعتی نظام ہی میں آکر دین کی تعلیم اور پیغام سے آشنا ہوتے ہیں، اور یہ بھی اعتراف ہے کہ کام کرنے والوں سے غلطیاں بھی ہو رہی ہیں اور بہت زیادہ ہو رہی ہیں۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہی غلطیاں ہی سبب ہیں کہ ہزاروں قیمتی صلاحیتوں کے حامل افراد کام کی طرف ابھی تک کما حقہٗ اپنی توجہ مبذول نہ کر سکے۔ کام تیزی سے پھیل رہا ہے، کام کی طرف منسوب لوگوں کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی ہے، ان کی نگرانی اور تربیت کا کام مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے تو کیا اہل علم، ذمہ داران ملت اور دینی فکر اور دعوت کے غلبہ کی فکر رکھنے والے ارباب دین و دانش کام کو آگے بڑھانے اور اصلاح و انقلاب کے اس عظیم مشن میں سرپرستی فرمانے کی زحمت فرمائیں گے؟

اس موقع پر اپنے اُن احباب، دوستوں اور ساتھیوں سے بھی یہ عرض کرنا ہے جو اس عظیم کام کی طرف منسوب ہیں کہ خدارا! ہم لوگ بھی اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں اور خود اپنا محاسبہ اور اپنا اپنا دیانتدارانہ جائزہ لیں۔ ہمیں اعتراف کرنا چاہئے کہ ہمارے اخلاق اور دعوت و تبلیغ میں وہ کشش نہیں جو غیروں کو اپنا لے، ہمارے معاملات میں وہ پاکبازی نہیں جو دلوں کو ہماری محبت سے بھر دے۔ ہمارے ظروف میں تنگی اور دلوں میں بدستور گھٹن ہے۔ ہم صرف اسلامی رشتے سے محبت و اکرام کا سبق اب تک نہیں سیکھ سکے۔ ہم نفسانیت انانیت، تکبر، ریا، عجب اور حسد جیسے رذائل سے ابھی تک چھٹکارا نہیں پا سکے —— اور یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگوں کو ہم سے شکایتیں ہیں —— لوگ ہم سے اچھی توقعات وابستہ کرتے ہیں اور پھر ہمارے طرز عمل سے انہیں مایوسی ہوتی ہے —— اس لئے مسئلہ کا سرا دراصل ہمارے ہی ہاتھ میں ہے۔ ہم جو کچھ سنتے اور کہتے ہیں سنجیدگی سے اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے والے بھی بن جائیں تو انشاء اللہ بڑی حد تک مسئلہ حل ہو جائے۔

کویت پر قبضے کے بعد سعودی عرب پر عراقی یلغار کے ناپاک عزائم

پس منظر اور پیش منظر اور کچھ پریشان سوالات

عراق نے کویت پر قبضے کے بعد سعودی عرب اور حرمین شریفین پر بھی فوجی یلغار کے مذموم ارادہ کے پیش نظر اپنی فوجیں سعودی سرحد پر لا کھڑی کی ہیں، خلیج میں مغربی طاقتوں کی فوجی مداخلت در حقیقت بہت سی واقعاتی شہادتوں کے مطابق یہودی ذہن کی ایک سوچی سمجھی سازش ہے کیونکہ سعودی عرب اور کویت کی مدد اور انکے تیل ہی کے ہتھیار سے افغانستان، فلسطین، فلپائن، برما اور روس میں جہاد اور تحریکات آزادی کی لہریں اُٹھ رہی ہیں اور عالم اسلام متحد اور توانا ہو کر اپنی اصلی فکری بنیادوں کی طرف آ رہا ہے اور اب عربوں سے تیل کا ہتھیار چھیننے اور مسلم دنیا کو مالی وسائل سے محروم کرنے اور تیل کی دولت سے مالا مال عرب دنیا پر مغربی استعمار کے قبضے کا گھناؤنا منصوبہ تیار کر لیا گیا ہے۔ جس کا خاکہ یہودی دانشوروں نے بنایا ہے اور صدام حسین بطور آلہ کار اسکی تکمیل کر رہے ہیں۔ ذیل کے مضمون میں جناب نور عالم خلیل امینی صاحب اصل حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ (الحق)

جمعرات ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۲ر اگست ۱۹۹۰ء کو سپیدۂ صبح صادق کی نمود سے پیشتر عراق کے انقلابی بعثی اشتراکی اور مغرور سدر صدام حسین نے سوا لاکھ سے زیادہ مسلح سپاہ، پانچ سو ٹینکوں اور لاتعداد مہلک ہتھیاروں کی طاقت کے بل پر تیل کی دولت سے مالا مال ملک کویت پر جس ظالمانہ طور پہ شبخون مارا اسکی نظیر عربوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ حملہ اتنا اچانک، عربوں کی خوئے شرافت و احسان شناسی سے اس درجہ متصادم اور عرب ممالک کے مابین ناجنگ معاہدہ اور عربی اتحاد کے سلسلہ میں صدام حسین کے بڑے بول کے اس قدر خلاف تھا کہ نہ صرف ساری عرب اور اسلامی دنیا بلکہ پوری بین الاقوامی برادری ہکا بکا رہ گئی اور عربوں کے اتحاد کا وہ حسین خواب جو عرصہ دراز کے بعد اب شرمندۂ تعبیر ہو چلا تھا، صدام کی مجنونانہ یا مغرورانہ اور توسیع پسندانہ حرکت سے ہمیشہ کے لیے چکنا چور ہو کر رہ گیا۔

حملہ کے صرف آٹھ گھنٹہ بعد صدام کی افواج کویت جیسے چھوٹے سے ملک پر، وہاں کی چھوٹی سی فوج کی طرف سے مزاحمت کے بعد قبضہ کر لینے میں کامیاب ہوگئیں، مزاحمت کے دوران کچھ کویتی فوجی، بہت سے شہری، نیز امیر کویت شیخ جابر الاحمد الصباح کے برادر خورد کام آگئے، اخبارات کی رپورٹ کے مطابق بعد میں عراقی افواج کے ہاتھوں قتل و غارت گری کی گرم بازاری سے قبل قبضے کی کارروائی کے دوران ہی تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) آدمی شہید ہو گئے۔

ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول

عراقی صدر نے اپنے جرم کی پردہ پوشی کے لئے دو تین روز تک اپنے ذرائع ابلاغ سے مسلسل یہ شور مچایا کہ کویت میں ایک انقلابی تحریک معرض وجود میں آئی ہے، اس کی بے پایاں خواہش پر اس کی مدد اور آل صباح کی دو صد سالہ شاہی کے خاتمہ کیلئے عراقی سپاہ کو بادل نخواستہ کویت پر قبضہ کی کارروائی کا فریضہ انجام دینا پڑا۔ واقعہ کے دو روز بعد سے وہ سارے عربوں، اور ساری دنیا کو یہ دھوکہ دیتے رہے کہ بس یہ رہا تمھارا کویت، میری سپاہ تو کل سے اسے خالی کئے دے رہی ہے، واقعہ کے چار روز بعد انھوں نے اعلان کیا کہ وہاں ایک عبوری حکومت قائم ہوگئی ہے جو فرزندان کویت ہی پر مشتمل ہے۔ مگر آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ سارے عربوں سے بھیک مانگ کر اپنی فوجی طاقت کو مستحکم کر لینے والا عربی سربراہ اور دس لاکھ افواج کی کمانڈ کرنے والا گردن فراز خود ساختہ فوجی، ساری دنیا کی آنکھوں میں اس طرح دھول جھونک سکتا ہے اس لئے کہ وہاں نہ کوئی حکومت قائم ہوئی، نہ اس میں کوئی کویتی یا غیر کویتی باشندہ تھا، یہ سارا ڈرامہ وہ اپنے ہاتھوں کھیل رہے تھے، پانچ روز بعد انھوں نے کویتی دینار کی قیمت عراقی دینار کے برابر کردی، اس طرح اس ہرے بھرے خوب صورت، اور مالدار ترین ملک کو صدام نے چند منٹ میں عراق سے ایسے دیوالیہ ملک کے پہلو بہ پہلو لاکھڑا کر دیا، حملہ کے چھٹے روز یہ اعلان کر کے رہی سہی کسر پوری کردی کہ کویت کو عراق میں ضم کر کے اب اس کو ہمیشہ کے لئے ہضم کیا جاتا ہے اس لئے کہ تاریخی اعتبار سے وہ کبھی عراق ہی کا حصہ تھا۔

عربی اور بین اقوامی مذمت اور کارروائی:-

کویت پر صدام حسین کا جارحانہ حملہ کسی عربی پڑوسی ملک کی طرف سے دوسرے عربی اسلامی

اور صلح پسند پڑوسی ملک کے خلاف جارحیت کی شاید سب سے بدترین مثال ہے، اسی لئے عربی اور بین اقوامی برادری کی طرف سے اس کی مکمل واضح اور بالاجماع مذمت کی گئی۔ شاید ہی بین اقوامی رائے عامہ نے کسی ملک کی دوسرے ملک پر جارحیت کا اس درجہ برا منایا ہو۔ دور جدید میں بالاتفاق مذمت کی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی، چنانچہ اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس، عرب لیگ، خلیجی عربی تعاون کونسل، اور عرب ممالک کی ہنگامی چوٹی کانفرنس نے اس سلسلہ میں بیانات اور قرار دادیں پاس کیں، جن میں کویت پر عراقی جارحیت کی مذمت کی گئی، اور غیر مشروط طور پر علی الفور کویت سے عراقی افواج کی واپسی، نیز وہاں شیخ جابر الاحمد الصباح کی قانونی اور جائز حکومت کو بحال کئے جانے کا مطالبہ کیا گیا بین اقوامی سطح پر نکرو نظر کے شدید اختلاف کے باوجود دنیا کی ساری بڑی طاقتوں نے اس کی پرزور مذمت کی۔ عراقی جارحیت کو سراسر بین اقوامی چارٹر کے خلاف قرار دیا، اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے اس سلسلہ میں پہلے ہی ہفتہ میں لگاتار تین قرار دادیں پاس کیں ۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲ جن میں کویت پر عراقی جارحانہ فوجی کارروائی کی مذمت کی گئی، اور بلا شرط اور فوراً عراقی سپاہ کے وہاں سے انخلاء کا مطالبہ دہرایا گیا، نیز دنیا کے دہ بڑے ممالک جو دنیا کے نقشہ میں سیاسی فوجی صنعتی اور تجارتی وزن رکھتے ہیں، نے عراق کو اپنی عقل و خرد سے کام لینے پر مجبور کرنے اور کویت سے انخلاء کے لئے سرنگوں کرنے کی غرض سے عراق اور کویت کے وہ سارے اثاثے منجمد کر دیئے جو ان کے وہاں موجود تھے۔ یورپی برادری نے بالاتفاق عراق پر فوجی اقتصادی اور تجارتی پابندیاں عائد کر دی ہیں، دوسری طرف ترکی نے اپنے وہاں سے گذرنے والی عراقی پائپ لائن بند کر دی ہے، جو عراقی تیل کی برآمدات کا نصف حصہ سپلائی کیا کرتا تھا۔

ایران کے سنگ آستاں پر جبہ سائی

صدام حسین نے ہفتہ عشرہ تک بڑی جوانمردی کا مظاہرہ کیا، حالات سے نبرد آزمائی، اور اپنے سے پنجہ آزمائی کرنے والی طاقتوں کی کلائی مروڑ ڈالنے کی باتیں نہ صرف کرتے رہے بلکہ ان کو اور ساری دنیا کو چیلنج کرتے رہے، گرجتے اور برستے رہے۔ لیکن پھر انھوں نے ہوش سے کام لیا، گرد و پیش کو پڑھا تو خوف و ہراس سے حواس باختہ ہو گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ ساری دنیا سے الگ تھلگ دیکھا

ہوں، صرف الفاظ کے ہتھیار سے کب تک کام چلایا جاسکتا ہے؟ حواس باختگی میں انسان بڑی سے بڑی قیمت چکا دیتا ہے، اور سب کچھ کھو کر بھی سمجھتا ہے کہ اس نے ہی میدان جیت لیا، چنانچہ وہ ڈرامائی طور پر اپنے دیرینہ "کرم فرما" ایران کے "سنگِ آستاں" پر سر بسجود ہوگئے، اور اسکے سارے مطالبے تسلیم کرلئے، جن میں شط العرب پر اس کی حاکمیت کو تسلیم بھی کرنا شامل ہے، نیز جنگی قیدیوں کا فی الفور تبادلہ جو اس وقت زیرعمل ہے، اور ایران کے تمام مقبوضہ علاقوں عراقی افواج کا انخلاء۔

کیا کھویا کیا پایا

یاد رہے کہ شط العرب دجلہ و فرات کے سنگم سے عبارت ہے اس کی لمبائی ۱۸۵ کلومیٹر اور چوڑائی ۴۰۰ میٹر سے زائد ہے، عرصہ سے عراق ایران کے درمیان وجہ نزاع رہا ہے۔ عراق پورے شط العرب پر حاکمیت کا دعویدار ہے، دوسری طرف ایران کہتا ہے کہ شط العرب درحقیقت ایران کی ملکیت ہے۔ ۱۹۷۵ء میں عرب ممالک کوشش کرکے عراق اور شاہ ایران کے مابین الجزائر میں ایک معاہدہ کرا دینے میں کامیاب ہوگئے تھے، جس کی رو سے دونوں ملکوں کی سرحد شط العرب کے بیچ کا دھارا متعین ہوئی تھی:۔
صدام نے ۱۹۸۰ء میں معاہدہ کو یہ کہہ کر کالعدم کردیا تھا کہ یہ ان پر زبردستی تھوپ دیا گیا تھا جب وہ کمزور تھے، اب چونکہ وہ "لاٹھی" سے "بھینس" حاصل کرنے کی پوزیشن میں آچکے ہیں اس لئے ایران کو مان لینا چاہئے کہ پورا شط العرب عراق کا ہے۔ آخرش ۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ء کو انھوں نے ایران پر حملہ کردیا۔ لیکن وہ کویت تو تھا نہیں، ۸ سال تک مسلسل لڑنے کے بعد ان کو بخوبی اندازہ ہوگیا کہ ایران کی لاٹھی ان سے زیادہ مضبوط ہے، چنانچہ اس نے نہ صرف بھینس لے لی ہے بلکہ بھینس کو باندھی جانے والی رسی، اسکو دیا جانے والا اجارہ وغیرہ بھی وہ کب کا وصول کرچکا ہوتا اگر عراق کے دوش بدوش وہ عرب ممالک نہ ہوتے جن کے لقمہ پر پل کر آج صدام انھیں پر شیر ہو رہے ہیں اور ہر چند کہ وہ ایران ایسے بت طناز کی بارگاہِ ناز میں جبینِ نیاز ٹیک کر اس کو پیغام عشق و محبت دے رہے ہیں، لیکن اسکا رویہ کچھ بہت زیادہ بدلا نہیں ہے بلکہ اس نے بار بار عالمی رائے عامہ کے شریک کارواں رہنے کی وضاحت کردی ہے۔
قابل ذکر بات یہ ہے کہ صدام حسین نے دسیوں لاکھ انسانوں کی قربانی دے کر، ہزاروں

ماؤں کی گود سونی کرکے، لاکھوں بچے یتیم کرکے، ان گنت عفت مآب خاتونوں کی آبروریزی کروا کر، بے شمار عورتوں کی مانگ سے سیندور چھڑا کر انسانی لاشوں کا مینار بنا کر، اور اس سارے خطہ ارضی کو صحت مند جوانوں کے خونِ سُرخ سے لالہ زار بنا کر، لاکھوں انسانوں کو اپاہج و لاچار اور دوشِ انسانی پر بار بنا کر، اور نہ صرف ایران وعراق بلکہ بیشتر عرب ممالک کی اقتصادیات کو گھن کی طرح چاٹ کر اب جس ذلت وخواری کے ساتھ نازک وقت میں اپنے عرب غنیم سے نمٹنے کے لئے ایران کے حق میں سرنیاز خم کردیا ہے، کاش وہ آغازِ راہ میں کردیئے ہوتے تو اتنی ساری بربادیوں کے گناہ سے ان کا سیاہ اور خونی نامۂ اعمال مزید سیاہ نہ ہوا ہوتا، گویا یہ آٹھ سالہ عراق ایران جنگ صدام صاحب کے لئے کھلونا تھی کہ اس سے شغل فرما کر آپ نے غمِ عشق یا غمِ جہاں کو غلط کرنے یا "قلب ونظر کی تفریح" کا سامان بہم پہنچانے کی کوشش کی۔

سعودی عرب کی سرحد پر جماؤ

صدام حسین نے کویت پر جابرانہ حملہ وقبضہ پر بس نہیں کیا بلکہ انھوں نے ساتھ ہی ساتھ عراق کویت اور سعودی عرب کی طویل سرحد پر اپنی کثیر مسلح سپاہ تعینات کردی، جن میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، سرحد پر انھوں نے میزائل نصب کردیئے اور توپوں اور ٹینکوں کے انبار لگا دیئے، ساری عرب دنیا کی منت وسماجت دھونس اور دھمکی کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوئے، ادھر اقوام متحدہ نے بھی بار بار اپیل کی کہ عراقی افواج کو نہ صرف کویت سے بلکہ سعودی عرب کی سرحد پر طاقت کے بے جا مظاہرے سے گریز کرتے ہوئے انخلاء کا عمل علی الفور شروع کردینا چاہئے۔ یورپی برادری نے کبھی اپیلوں اور کبھی ڈانٹ پھٹکار کا لہجہ اختیار کیا، مگر صدام کو اپنے کیمیادی ہتھیار اور دس لاکھ افواج کی بھیڑ کا نشہ ایسا بدمست کئے ہوئے ہے کہ وہ ساری عرب دنیا پر اپنی حاکمیت اعلیٰ قائم کرد کھانا یا "ہم نہیں تو تم نہیں" کے اصول کو عملی طور پر برپا کرکے دم لینا چاہتے ہیں، ہر چند کے تجزیہ نگاروں، ماہرین نفسیات اور صدام حسین کی زندگی کے مختلف ادوار اور ان کی کرتوت کا موازنہ کرنے والوں نے وہ رائے قائم کی ہے جو سوالات کے پیرائے میں ہم اسی مضمون میں بعد میں نذر ناظرین کریں گے۔

مرتا کیا نہ کرتا:

اس صورت حال کے پیش نظر پچھلے دنوں قاہرہ میں منعقد ہونے والی عرب ممالک کی چوٹی

کانفرنس نے مجبور ہوکر، حرمین شریفین کے دفاع، اور سعودی عرب کی سرزمین کی حفاظت کی خاطر مشترکہ عربی اور اسلامی افواج کی تشکیل کا ریزولیشن پاس کیا، اس قرارداد کے تحت مصر، مراکش، شام وغیرہ نے اپنے وہاں سے حسب استطاعت سپاہ سعودی عرب روانہ کردی ہے، اور آئندہ بھی حسب مشورہ اور ضرورت روانہ کرتے رہیں گے، نیز بنگلہ دیش، پاکستان اور دیگر کئی اسلامی ممالک نے حرمین شریفین کے دفاع کے لئے اپنی سپاہ کی خدمات پیش کی ہیں، لیکن چونکہ یہ ساری افواج بھی عراق کی اس فوجی طاقت کے مقابلہ کیلئے ناکافی ہیں جس کو عرب ممالک نے آٹھ سے زائد سالوں تک مسلسل اپنی ساری مادی اور اخلاقی توانائیاں صرف کر کے سانپ کی طرح دودھ پلا کر پالا ہے۔ (کہ ایک روز یہ اسرائیل کے مقابلہ میں کام آئے گی، مگر اس سے قبل صدام نے اسرائیل کو فائدہ پہونچانے کیلئے عربوں کے مقابلہ کے لئے اس کا استعمال کرلیا) اس لئے بادل ناخواستہ سعودی عرب کو امریکہ سے فوجی مدد لینی پڑی کرتا کیا نہ کرتا حقیقت یہ ہے کہ اگر سعودی عرب نے امریکی افواج کو نہ بلوالیا ہوتا تو صدام حسین اب تک اسے خاک دخون میں ملا چکے ہوتے، اور جو خطرہ کل کے لئے ٹل گیا ہے وہ کل گذشتہ ہی المناک حقیقت بن چکا ہوتا اور عرب اور مسلمانوں پر کیسا برا وقت آچکا ہوتا، اس کو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، ہرچند کہ صدام حسین نے بار بار یہ دہرایا ہے کہ سعودی عرب پر حملہ کرنے کا ان کا ارادہ نہیں ہے، لیکن وہ اس سے زیادہ پرزور اور تاکیدی لہجہ میں کویت پر حملہ نہ کرنے کی بات بھی کرتے رہے تھے، حتی کہ حملہ سے صرف دو ایک روز قبل تک بھی ــ لیکن دوسری طرف وہ سرحد پر فوجیں بھی اکٹھی کرتے رہے، جیسا کہ سعودی سرحد پر مسلسل کررہے ہیں، اس لئے ان کی کسی بات کا اعتبار جاتا رہا، ہم آئندہ سطروں میں بتائینگے کہ انھوں نے کویت پر حملہ نہ کرنے کی کس کس طرح یقین دہانی کرائی تھی۔

گدلے پانی میں شکار کی کوشش

صدام حسین نے جب محسوس کیا کہ وہ بہت برے پھنسے ہیں، ایسا نہ ہو کہ کہیں لینے کے دینے پڑجائیں تو وہ اپنے ہم سفر اور ہم غرض منافقین کی طرح (جن کے ترکش میں ہر موقع کیلئے افترا پردازی اور الزام تراشی کا کوئی نہ کوئی زہریلا تیر ہوا کرتا ہے) گدلے پانی میں شکار کی سوچنے لگے، چنانچہ اشتعال انگیز بیانات کے ذریعہ "جہاد" کا نعرہ لگانا شروع کردیا، جذبات انگیز الفاظ و تعبیرات سے انھوں نے عربی دنیا کے عوام کا دل جیت لینے اور جلد باز نوجوانوں کی توجہات مرکوز

کر لینے کی کوشش کی، انھوں نے یہ تک کہنے سے دریغ نہ کیا (اور کیوں کرتے جب اخلاق، حیا اور شرافت نام کی کسی چیز سے انھیں دور کا بھی واسطہ نہیں) کہ حرمین شریفین پر امریکیوں اور صیہونیوں کا قبضہ ہوگیا ہے، آپ لوگ حرمین کی ان سے، نیز ان عرب شیوخ سے تطہیر کے عمل کیلئے کمربستہ ہو کر میدان عمل میں آجائیں، جو مغرب کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں انھوں نے یہ بھی کہا کہ مغربی ممالک ان سے صرف اس لئے برسرپیکار ہیں کہ صرف ان ہی میں اسرائیل کو یکسر ختم کردینے کا دم خم ہے. صدام حسین نے اس طرح کا جذباتی اور اشتعال انگیز لب ولہجہ سارے عرب قائدین کے لئے اور خصوصاً سعودی عرب کے فرماں روا شاہ فہد بن عبدالعزیز، مصر کے صدر حسنی مبارک اور کویت کے امیر شیخ جابر الاحمد الصباح اور سعودی عرب اور کویت کی حمایت کرنے والے عرب ممالک کے سربراہوں کے لئے استعمال کیا اور ان کے خلاف ان کے عوام کو بغاوت کی دعوت دی اور اپنے اپنے ملک کے نظام حکومت کو پلٹ دینے کیلئے جوانوں کو ورغلایا۔ صدام حسین کے ذرائع ابلاغ سے یہ کام مختلف طرز پر اب تک ہو رہا ہے. اور اگر صدام حسین کی نیت بخیر نہیں ہے اور وہ خلیج کے علاقہ کو راکھ کا ڈھیر بنائے بغیر اپنی اَنا کی تسکین کیلئے کسی چیز کو کافی نہیں سمجھتے تو وقت کے ساتھ ساتھ بغداد کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے لب ولہجہ میں مزید تلخی اور اشتعال انگیزی پیدا ہوتی رہے گی اس لئے کہ وہاں کے ذرائع ابلاغ کو اس کی بڑی مشق بھی ہے کیونکہ عربی سوشلسٹ بعث پارٹی (جس کی عراق میں حکومت ہے اور صدام حسین جس کے سربراہ ہیں[1]) اور کمیونزم ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں

---

[1] عربی اشتراکی بعث پارٹی جس کو عربی میں "حزب البعث العربی الاشتراکی" کہا جاتا ہے، کی بنا ۱۹۴۱ء میں شام میں میشل عفلق نامی مسیحی سیاست داں نے رکھی تھی، اس کی تاسیس میں ایک نام نہاد روشن خیال مسلمان سیاست داں صالح بیطار بھی شریک رہے ۱۹۵۰ء کے عرصہ میں اس نے اپنا دائرہ اثر ورسوخ کافی وسیع کرلیا اور شام کے ساتھ ساتھ عراق میں بھی زمام اقتدار اس کے ہاتھ آگئی، اس پارٹی کا ردز اول سے نعرہ عربوں کو متحد کرنا رہا، ۱۹۴۷ء میں اپنے چارٹر میں اس نے اپنے یہ بنیادی مقاصد بیان کئے ، وحدت (یعنی عرب قوم کی) حریت (عربوں کی بیرونی مداخلت سے) اور اشتراکیت (جو وقت ضرورت اشتمالیت کی تلخی سے بھی آگے بڑھ جایا کرتی ہے) اور اسکے ←

ثانی الذکر کو گالی دینے، الزام تراشی کرنے اور پروپیگنڈہ کرنے کی جو مہارت ہوا کرتی ہے وہ ضرب المثل ہے، لیکن صدام نے اپنے ذرائع ابلاغ کو اس دوڑ میں کمیونزم سے بھی سبقت لے جانے کا گرتبار کھا ہے۔

اتنا نہ بڑھا پاکئ داماں کی حکایت

خدا کا شکر ہے کہ صدام حسین کے زبردست پروپیگنڈہ کے باوجود عربی اور اسلامی دنیا کے عوام یا نوجوان دھوکہ میں نہیں آئے، اور وہ یہ سمجھ گئے کہ الحاد پسند بعثی اشتراکی صدام حسین جن کا بنات خود اسلام سے انتساب بھی شاید صحیح نہ ہوگا، سعودی عرب اور دیگر عرب ملکوں کے خلاف عرفا اسی وقت کیوں نعرۂ جہاد بلند کرنے لگے ہیں، جب کہ ان کو اسلام کے اصول وضوابط کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہیں، چنانچہ محرم الحرام کے مہینہ میں رجس میں اہل جاہلیت بھی جنگ سے گریز کرتے تھے) انھوں نے ایک پرامن اور صلح جو عربی اسلامی اور پڑوسی ملک پر جس ظلم و بربریت کے ساتھ دھاوا بول کر

← تحت ہر طرح کی آزاد خیالی بیہودگی مذہب بیزاری اور خدا دشمنی کو در آنے کا موقع مل جایا کرتا ہے) کسی پارٹی جماعت اور تحریک کے اندر اس کے بانی اور اس کو پروان چڑھانے والوں کی روح کارفرما ہوا کرتی ہے اسلئے بعث پارٹی اپنے بانیوں اور قائدین کے فکر و خیال کی عکاس رہی، اور عرب دنیا میں وہ الحاد پسندی، اسلام بیزاری اور پیغام محمدی کے خلاف بے شمار سازشوں میں سے ایک سازش اور شریعت محمدی کا مخالف کیمپ تصور کی جاتی رہی۔ اسی لئے کمیونزم زدہ عرب ملکوں (واضح رہے کہ یہ بعث پارٹی بھی خوش نما عربی جام میں درحقیقت وہی زہر ہلاہل ہے) کی طرح شام و عراق نے اپنے یہاں اسلام پسندوں اور مسلم علماء و مفکرین کے کیلئے عرصۂ حیات اتنا تنگ کر دیا کہ وہ یا تو یورپ وغیرہ میں پناہ گزیں ہیں یا دیگر عرب ممالک میں جہاں "اسلام" کا نام لینا ابھی تک "گناہ" نہیں ہے، ایک اندازہ کے مطابق تقریباً ۵ لاکھ عراقی علماء اور دانشور پناہ گزینی کی زندگی گذار رہے ہیں، اور وہ بیرون ملک رہ کر بھی صدام حسین کے خلاف حرفِ شکایت زبان پر لانے سے اس لئے کتراتے ہیں کہ اس مادر زاد دہشت گرد نے پوری دنیا میں اپنے دہشت گرد چھوڑ رکھے ہیں۔ تعجب ہے کہ بعث پارٹی کا عرب اتحاد اور حریتِ عرب کا نعرہ کہاں گیا اور اسکے سربراہ آج خود اپنے ہاتھوں کس طرح اس عربی اتحاد کو زندہ درگور کئے دے رہے ہیں لیکن ظاہر ہے کہ الفاظ کی دنیا حقیقت کی دنیا سے قطعاً مختلف ہوا کرتی ہے، خصوصاً نا خدا شناسوں کے نزدیک!

قبضہ کرلیا اس کی مثال سے، زمانہ جاہلیت کی جنگوں کے بعد عربوں کی ساری تاریخ ناآشنائے محض ہے، اس ملک کے مسلم باشندوں کو ملک بدر ہونے پر مجبور کیا، انھیں قتل کیا، ان کے عزیزوں کو ذلیل کیا اور اپنے ڈیڑھ سو فوجی افسروں[1] کو محض اس پاداش میں گولی کا نشانہ بنادیا کہ انھوں نے (غالباً اپنی اسلامی عربی حس کی بیداری کی وجہ سے جو صدام حسین کی الحاد پسندانہ تربیت سے متأثر نہ ہوسکی تھی) کویت پر حملہ کی بروقت مخالفت کی، بین الاقوامی ذرائع ابلاغ اس بات پر متفق ہیں کہ عراقی سپاہ نے کویت کو جہنم کدہ بنادیا ہے، عورتوں کی آبرو ریزی کی گئی[2] پانی کی ٹنکی کو پہلے دن تہس نہس کردیا گیا، بجلی کی سپلائی کا نظام مفلوج ہوگیا، ٹیلیفون کا نظام تقریباً درہم برہم کردیا گیا،

---

[1] ریاض کے ہفت روزہ اسلامی رسالہ "الدعوۃ" مورخہ ۲۵/۱۱/۱۴۱۱ھ مطابق ۱۶ راگست ۱۹۹۰ء شمارہ ۱۲۵۳ میں پھانسی پانے والے فوجی افسروں کی تعداد ڈیڑھ سو ہے، بعض عربی اخبارات نے اس سے کم اور بعض نے اس سے زیادہ لکھی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صدام حسین کی آہنی گرفت کی وجہ سے صحیح خبریں نہیں آپاتیں، عجب نہیں کہ اس طرح کے فوجی افسروں کی تعداد ہزاروں تک ہو، ادھر ہفتہ عشرہ سے عربی اور انگریزی اخبارات میں کثرت سے عراقی افواج کی سرکشی اور اپنے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں اور اسلحوں کے ساتھ سعودی عرب فرار ہونے کی خبریں اس تواتر کے ساتھ شائع ہورہی ہیں کہ ان کا انکار مشکل ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عراقی افواج کی ایک معتدبہ تعداد اس عرب اور اسلام دشمن کارروائی کے حق میں نہیں ہے اور عراقی عوام تو قطعاً اس کے مخالف ہیں مگر قتل و اذیت رسانی کے طویل اور روح فرسا واقعات کو سوچ کر سہمے ہوئے ہیں، مگر تابکے ؟

[2] عالمی ذرائع ابلاغ سے، نیز عربی اور انگریزی اخبارات کے ذریعہ اس طرح کے مسلسل واقعات کی جو دل دوز خبریں آرہی ہیں ان کا نقل کرنا بھی میرے بس کی بات نہیں ہے، پھر یہ کہ ان کا کہاں تک احاطہ کیا جائے، اور کس کس بات کو لکھا جائے اور دل کو رویا جائے کہ جگر کو ؟ میں یہاں صرف ایک المناک واقعہ کے تذکرہ پر اکتفا کروں گا، قاہرہ کے روزنامہ "الاخبار" نے بین اقوامی ذرائع ابلاغ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ تقریباً بیس عراقی فوجی کویت کے ایک خوشحال گھر پر حملہ آور ہوئے وہ دو ٹولیوں میں بٹ گئے آدھی تعداد نے گھر کے سارے قیمتی سامان کو لوٹ کر گاڑی میں لادنا شروع کردیا جو وہ لوگ ــــ

دکانوں، تجارت گاہوں اور بینکوں کو لوٹ لیا گیا، شہریوں کی املاک ان کی گاڑیاں اور گھڑیاں تک چھین لی گئیں، عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کو بھوکوں تڑپایا گیا، سرکاری تنصیبات کا ایسا تیا پانچہ کر دیا گیا کہ وہ کسی کام کی نہ رہیں، غرض اس حسین و جمیل ملک کے ہر نقشِ جمیل کو مٹا دیا گیا، صدام حسین نے اپنی اس حرکت سے عربوں اور مسلمانوں کے اتحاد کا دامن اس طرح تار تار کر دیا ہے کہ ان کی

← لوٹ ہی کر لائے تھے اور دوسری ٹولی نے اس گھر کی تیس سالہ مسلم خاتون کو اس کے شوہر اور تین بچوں کے سامنے بالکل ننگا کر کے اپنی جنسی پیاس بجھانی شروع کی، غیرت مند شوہر نے شور مچایا تو اس کو گولی سے اڑا دیا، دوسری ٹولی جب گھر کا سارا اثاثہ لوٹ چکی تو اس نے بھی "مرد مجاہد" صدام حسین کے نام سے پہلی ٹولی کا کردار ادا کیا، اس طرح نام نہاد "قادسیہ" کے بیس جانبازوں نے باری باری اس کے ساتھ یہ حرکت کی، اسی طرح کویت کے سب سے بڑے ہوسپیٹل "الوجعی" پر دھاوا بول کر وہاں کی ڈاکٹروں، نرسوں حتی کہ زیر علاج مریض دوشیزاؤں کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس کی اب تک بین اقوامی سطح پر مذمت کی جا رہی ہے (روزنامہ "الاخبار" بحوالہ روزنامہ "الریاض" ۲۴/محرم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۵/اگست ۱۹۹۰ء شمارہ ۹۶۰۳ ص ۲ کالم ۱-۲-۳-) اسی سلسلہ کا ایک واقعہ کویت کے ایک ہوٹل سے کویت ایرویز کی پانچ ایر ہوسٹس کے اغوا کا ہے، ٹیونس کی ایک ایر ہوسٹس نے جو کسی دوسری کمپنی میں کام کرتی تھی، اور اسی ہوٹل میں رکی ہوئی تھی خبر رساں ایجنسیوں کو بتایا کہ وہاں جتنی ایر ہوسٹس رکی ہوئی تھیں، سب بھاگ نکلیں یا اغوا کر لی گئیں، اس لئے کہ میں بعد میں اپنا سامان لانے گئی تو ہوٹل میں ہو کا عالم تھا۔ ("الندوہ" ۱۵/اگست ۱۹۹۰ء، شمارہ ۹۶۰۱، ص ۱۶) پیش نظر رہے کہ یہ "مشتے نمونہ از خروارے" ہے اور یہ ظالمانہ و روح فرسا جنسی کارروائیاں اسرائیلی درندوں نے جولان، مغربی کنارہ، غزہ کی پٹی اور صحرائے سینا پر ۱۹۶۷ء میں قبضے کے دوران مسلمان عورتوں کے ساتھ نہیں کیا ہے، شاید ویتنام میں امریکی افواج نے بھی نہ کیا ہوگا اور نہ ہی نازی افواج نے دوسری جنگ عظیم کے دوران! - ہزارہا ہزار کویتی اور غیر ملکی باشندے جو عراقی افواج کے ظلم وستم سے بچ کر سعودی عرب اور دوسرے ملکوں کا رخ کر رہے ہیں، نے بین اقوامی ادارہ ریڈ کراس سے درخواست کی ہے کہ وہ کویت میں مردوں سے زیادہ عورتوں کی عزت وآبرو کو بچانے کے لئے جلد کوئی قدم اٹھائے۔

ماضی قریب کی تاریخ اس طرح کے کمر توڑ واقعہ سے دوچار نہیں ہوئی، سارے علاقہ خلیج میں گویا آگ دہک رہی ہے، اور عربوں اور مسلمانوں کی قسمت سے اجنبی طاقتوں کو کھلواڑ کرنے کا موقع ہاتھ آگیا ہے، اور یہ موقع صدام حسین نے فراہم کیا ہے، عربی اور اسلامی عوام اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اسرائیل سے مورچہ آرائی کرنے میں صدام حسین ایسے عربی سربراہ سے زیادہ اور کون بزدل اور ناتواں ہوسکتا ہے، وہ ایران عراق جنگ کا عذر لنگ کرسکتے ہیں، لیکن اس سے قبل کہاں تھے، اور جنگ کو بند ہوئے ایک ڈیڑھ سال ہوچکے، جنگ سے پہلے کے طویل عرصہ میں اور بعد کی بہترین فرصت میں انھوں نے کیوں نہیں اسرائیل کو زیر کیا؟ راقم الحروف سارے عربوں کی طرف سے یقین دہانی کراسکتا ہے، اگر صدام حسین اسرائیل سے پنجہ آزمائی یا اسے سمندر میں اٹھا پھینکنے (جیسا کہ ایک عرب راہنما نے کہا تھا اور وہ صدام سے زیادہ قادر الکلام، اور ان سے ہر اعتبار سے پرکشش اور طاقتور شخصیت کے مالک تھے، لیکن وہ بھی اسرائیل کو سمندر میں نہیں پھینک سکے) کی صلاحیت ثابت کرچکے ہوتے، بلکہ صرف اس طرح کا کوئی اقدام ہی کر دکھاتے، تو یقیناً آج سارا عرب اپنی جان و مال کے ساتھ ان کے دوش بدوش ہوتا۔ ایران عراق کی نامراد جنگ سے کہیں زیادہ اتحاد کے ساتھ۔ لیکن افسوس کہ اب انھوں نے ہمیشہ کے لئے اپنا وقار و اعتبار کھودیا۔

قصہ ایک پاگل اور کچھ تماش بینوں کا

لیکن اگر یہ حقیقت ہے کہ دنیا میں ہر پاگل کی بکواس سے کچھ "تماش بین" یا "بے فکرے" یا "بے شعور" یا "بچے" ضرور دلچسپی لیتے ہیں، تو اس کلیہ سے بھلا صدام حسین اپنی ہرزہ سرائی کے سلسلہ میں کیوں مستثنیٰ رہ سکتے تھے؟ چنانچہ ان کی ہذیان کے لئے بایاں بازو کا رجحان رکھنے والے بعض عرب ممالک میں اور بعض اسلامی ملکوں میں کچھ "بچے" کچھ "کم نگاہ" اور کچھ ایسے جذباتی و جلد باز لوگ گوش برآواز ہوگئے، جو اتنی دیر بھی صبر کرنے کی تاب نہیں رکھتے کہ "گدھے" اور "گھوڑے" کا فرق واضح ہوجائے۔ اور شب و روز کی حقیقت منکشف ہوجائے، چنانچہ محض "جہاد" کے اس منافقانہ نعرہ کی وجہ سے انھوں نے صدام حسین کی ساری غلطیوں کو معاف کردیا، اور کویت پر اس کی کھلی ہوئی جارحیت اور اس وقت سے اب تک کی گئی مجرمانہ کارروائیوں پر ایک حرف بھی کہنے سے مجرمانہ خاموشی اختیار کی جس جارحیت کی وجہ سے نہ صرف کویت اور سعودی عرب، بلکہ عراق اور عراقی عوام اور

ساری عرب دنیا عجیب پیچیدگی اور مصیبت میں مبتلا ہوگئی ہے، بلکہ ان لوگوں کی ساری توانائیاں سعودی عرب میں امریکی افواج کی آمد کے خلاف احتجاج وغیرہ پر مرکوز ہو کر رہ گئیں، گویا سعودی عرب کا یہ "گناہ" اتنا بڑا ہے کہ اس کے سامنے صدام حسین کی ساری جارحانہ پالیسیاں جو اسلام اور عربیت کے حق میں ناقابل شمار دور رس منفی اثرات کی حامل ہیں، سرد بلکہ گرد ہوگئیں، ہر چند کہ اگر سعودی عرب کی اس پالیسی سے اختلاف بھی کیا جائے تو صدام کی جارحیت کا گھناؤنا پن کسی طرح کم نہیں ہوتا، گو کہ سارے مبصرین سیاسی جانتے ہیں کہ سعودی عرب نے یہ اقدام بڑے تردد کے بعد کیا ہے، جب صدام حسین ہفتہ عشرہ تک عربی اور بین اقوامی اپیلوں کو ٹھکراتے اور سعودی عرب کی سرحد پر اپنی سپاہ میں اضافہ کرتے رہے دوسری طرف کویت میں روزانہ ایک سے بڑھ کر ایک جارحانہ کارروائی روبعمل لاتے رہے چونکہ عرب ملکوں کی افواج (جیسا کہ پیچھے کے صفحات میں اشارہ کیا گیا) سعودی عرب کے خلاف جارحیت کے دفاع کیلئے ناکافی تھیں، اس لئے ناچار اسے امریکہ سے درخواست کرنی پڑی، لیکن سوال یہ ہے کہ امریکی یا مغربی دخل اندازی کا اصل سبب صدام حسین ہیں یا سعودی عرب؟ افسوس ہے کہ لوگ اصل مجرم سے چشم پوشی کرجاتے ہیں، غلطی سے نہیں بلکہ دانستہ، بلکہ ایسے بین اقوامی مجرم کو صلاح الدین ایوبی سمجھ بیٹھتے ہیں جس کا عرصہ سے گویا اسرائیل کے خاتمہ اور فلسطین کی آزادی کے لئے انتظار تھا، فیاللعجب! آنے والا وقت جلد ہی بتا دے گا کہ جذباتی قسم کے نادان لوگ "شعلہ" کو "شبنم" اور "طوفان" کو "ناخدا" سمجھ بیٹھے تھے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ ہندوستان کے بعض اردو اخبارات (جو مسلم عوام کے جذبات سے کھیلنے کے عادی ہیں تاکہ ان کے نسخے زیادہ سے زیادہ فروخت ہوں، اور ان کے مالکان مالا مال ہوتے رہیں) نیز بعض دوسرے لوگوں نے جن کے نزدیک کسی سربراہ کی سب سے بڑی خوبی غالباً یہی ہے کہ وہ امریکا یا روس کو خوب گالیاں دیا کرے اور ان پر لعنتیں برسایا کرے، ہر چند کہ وہ خود ہی اندرون خانہ ان دونوں میں سے کسی ایک کا، یا (حسب حوصلہ) بیک وقت دونوں کا وفادار کارندہ ہو، اور اس کے خیالات اسلام سے مکمل طور پر متصادم ہوں۔ بھی یہی رسوا کن، افسوسناک، غیر متوازن اور غیر دانشمندانہ رویہ اختیار کر رکھا ہے، درحقیقت یہ صحافتی اور فکری خیانت ہے، ہم مسلم عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مقدور بھر ایسے اخبارات اور ایسے لوگوں کا بائیکاٹ کریں جو ہر موقع

سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، اور دور از کار باتوں کے تانے بانے ملاکر ایک حقیقت وضع کر کے مسلم عوام کو حیص بیص میں مبتلا کئے رہتے ہیں۔

منصوبہ بند حملہ

خلیجی بحران کی شروعات اور اس سلسلہ کی اب تک صورت حال کا بغور مطالعہ اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ صدام حسین نے کویت پر جو الزامات حملہ سے قبل عائد کئے تھے وہ درحقیقت سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت اس جارحانہ حملہ کے وجہ جواز کے طور پر تھے، اگر ان کی نیت واقعی درست ہوتی تو عرب لیگ کے چھتر چھایا تمام اختلافات کا مثبت پائدار اور قابل اطمینان حل ڈھونڈا جا سکتا تھا، اس نے صدام حسین کی سرکشی میں توازن پیدا کرنے کی بہت کوشش کی، دوسری طرف مصر کے صدر حسنی مبارک اور سعودی عرب کے شاہ فہد بن عبدالعزیز نے دونوں ملکوں کے درمیان خلیج کو پاٹنے اور برادرانہ عربی اور اسلامی جذبہ کے ساتھ دونوں ملکوں کی مفاہمت اور ملاقات کیلئے انتھک کوششیں کیں لیکن یہ ساری مساعی صدام کی سرکشی کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو کر رہ گئیں، جنھوں نے از خود اپنی زبان سے ۸ر فروری ۱۹۸۰ء کو قومی چارٹر کی دوسری دفعہ کے تحت کہا تھا۔

> "کسی عرب ملک کی طرف سے دوسرے عربی ملک پر مسلح فوج کشی یکسر ممنوع ہوگی، عرب ممالک کے درمیان پیدا ہونے والے اختلافات پر امن ذرائع سے حل کئے جائیں گے اور مشترک قومی عمل کے اصول اور بلند تر عربی مفادات کے تحت۔[1]"

صدام حسین نے ایک سے زیادہ موقعوں پر یہ بات دہرائی کہ:

> "آپ لوگ میری زبان سے یہ بات ریکارڈ کر لیجئے کہ میں کسی عربی ملک کے خلاف جارحانہ کارروائی نہیں کروں گا، یہ افواہ درحقیقت دشمن ذرائع ابلاغ اور اسرائیل پھیلا رہے ہیں[2]"

چہار شنبہ ۱۷ر محرم الحرام ۱۴۱۱ھ کو قاہرہ میں ایک پر ہجوم پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے مصر کے صدر حسنی مبارک نے صاف الفاظ میں یہ بات کہی کہ صدام حسین نے مجھ سے بذات خود دوران

---

[1] روزنامہ "عکاظ" جدہ، ص ۴، کالم ۴، شمارہ ۸۹۔۵، شنبہ ۲۰ر محرم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۱ر اگست ۱۹۹۰ء

[2] روزنامہ "الندوہ" مکہ مکرمہ ص ۱۲، کالم ۱۔ ۲۱ر محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۲ر اگست ۱۹۹۰ء۔

ملاقات یقین دہانی کرائی تھی کہ کویت پر فوج کشی کا ان کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اور یہ کہ ان کی سپاہ کویت کی سرحد سے تقریباً ۸۰-۱۰۰ کلومیٹر کی دوری پر ہے[1]

لیکن منافق کی علامت (جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے) ہر زمانہ اور ہر خطہ ارضی میں یہ ہے کہ وہ وعدہ کرکے مکر جاتے، جب بھی بولے جھوٹ بولے، اور امانت میں خیانت کرے۔

صدام حسین کی منافقانہ چال بازی، کویت پر جارحانہ حملہ اور قبضہ کی طویل اور دیرینہ پلاننگ، اور عذر لنگ کے طور پر اپنی طرف سے پیدا کردہ اختلافات کے سلسلہ میں ہر طرح کے تصفیہ کو ماننے سے گریز کرتے رہنے کی نقاب کشائی صدر حسنی مبارک کی مذکورہ کانفرنس کی مزید گفتگو سے ہو جاتی ہے جس میں انھوں نے وضاحت کی ہے کہ سعودی عرب، بغداد اور کویت سے پہلے کرنے کے بعد میں قاہرہ واپس آگیا کہ جلد ہی دونوں ملکوں کی میٹنگ جدہ میں ہوگی، مگر میں جیسے ہی قاہرہ واپس ہوا عراقی وزارت خارجہ کا یہ بیان پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ صدر حسنی مبارک کا دورہ عراق اور مصر کے دو طرفہ تعلقات پر غور و خوض کرنے کے لیے تھا۔ گویا کویت اور عراق کے اختلافات کے تعلق سے ثالث کے طور پر نہیں تھا، میں نے فوراً ہی اپنا ایک قاصد بغداد بھیجا، اور ذمہ داروں سے کہلوایا کہ یہ معقول بات ہے؟ لیکن مجھے کوئی مناسب جواب نہیں ملا۔[2]

روزنامہ "الندوہ" میں آخری صفحہ پر "منصوبہ بند جارحیت" کے عنوان سے استاذ محمد القدادی نے پچھلے دنوں قاہرہ میں منعقد ہونے والی مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے عراقی وفد کے ممبر سے کویت پر عراق کے جارحانہ حملہ سے صرف تین روز قبل کی اپنی گفتگو کی جو تفصیلات لکھی ہیں ان سے روز روشن کی طرح یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ صدام حسین اور ان کا پورا مجرمانہ گروہ کویت پر قبضہ کی پلاننگ کئے بیٹھا تھا، اور "پرامن گفتگو" وغیرہ کا ڈرامہ صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے تھا۔

محمد القدادی کہتے ہیں کہ عراقی وزیر نے طویل گفتگو کے دوران مجھ سے کہا:۔

ہم کویت سے دسیوں کلومیٹر سے زائد رقبہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں، کویت کے ساتھ ہمارا سرحدی

---

[1] روزنامہ "الندوہ" ص ۳، کالم ۱، شمارہ ۹۵۹۵، جمعرات ۱۸ محرم ۱۴۱۱ھ مطابق ۹ اگست ۱۹۹۰ء
[2] الندوہ، مکہ مکرمہ۔ ۱۸ محرم ۱۴۱۱ھ

جھگڑا دیگر دو ملکوں کے مابین سرحدی جھگڑوں سے مختلف ہے۔ میں آپ کو یہ بھی نہ بتا دوں کہ کویت کبھی بصرہ کے صوبہ کا حصہ تھا:

محمد القدادی کہتے ہیں:

"میں نے ان سے کہا اگر آپ لوگ دسیوں کلومیٹر کا مطالبہ کریں گے تب تو سعودی عرب کے اندر پہونچ جائیں گے۔ اس صورت میں آپ سارا کویت قبضہ کرلیں گے۔" انھوں نے غصہ سے اپنے ہونٹ کاٹنے شروع کئے۔ اور کہنے لگے: "میں نے تو یہ بات نہیں کہی، آپ خود کہہ رہے ہیں کہ ہم کویت پر قبضہ کرلیں گے۔"

محمد القدادی کہتے ہیں:

"تین روز بعد جب واقعتاً عراق نے کویت پر حملہ اور قبضہ کرلیا تو میں مذکورہ عراقی وزیر کے پاس گیا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ میں نے کہا جناب عالی! لگتا ہے کہ تین روز قبل جو بات ہم لوگوں نے کہی تھی وہ صحیح ہوکر رہی؟!

تو انھوں نے بہت بیہودگی سے "ہاں" کہا۔ اور یہ بھی کہا کہ آپ نے صحافتی پیش قدمی کیوں نہیں کی؟[1]" (یعنی صحافی لوگ سیاق وسباق سے حالات کی پیش قیاسی کر دیتے ہیں۔ اس لئے کویت پر عراقی حملہ کی خبر آپ کو اپنے اخبار میں پہلے سے چھاپ دینی چاہئے تھی)

بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت

تیل برآمد کنندہ ممالک کی تنظیم "اوپیک" نے اپنے آخری اجلاس میں ہر ملک کے لئے پیداوار کی مقدار متعین کردی تھی اور فی بیپا ریٹ بھی متعین کردیا تھا، کیوں کہ عراق کو اس سلسلہ میں سب سے زیادہ شکایت تھی کہ کویت اور سعودی عرب وغیرہ نے پیداوار بڑھا کر منڈی میں دام گرا دیا ہے اور عراق کی اقتصادیات برباد کردی ہے۔ لیکن ایک دوسرا مسئلہ عراق نے یہ کھڑا کر رکھا تھا کہ "رمیلہ" کے سرحدی علاقہ سے کویت مسلسل تیل چرا رہا ہے، اس لئے ڈھائی ارب ڈالر جرمانہ ادا کرے۔ اس مطالبہ کو مان لینے کا مطلب تھا کہ یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ علاقہ بھی اسی کا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں ملکوں کے مابین عرصہ سے متنازعہ ہے۔ لیکن ظاہر ہے معروضی گفتگو کے ذریعہ کسی نتیجہ تک پہنچا جا سکتا تھا بشرطیکہ فریقین

---

[1] روزنامہ "الندوہ" ص ۱، شمارہ ۹۵۹۸، ۱۲ر اگست ۱۹۹۰ء

میں سے دونوں کی نیت درست ہو۔ ایک دوسرا اہم مسئلہ یہ تھا کہ آٹھ سال عراق ایران جنگ کے دوران کویت[1] نے سعودی عرب ہی کی طرح عراق کی غیر معمولی مالی اور اخلاقی مدد کی تھی، اسباب کی دنیا میں خدائے کریم کے بعد اسی مدد کے طفیل صدام حسین اب تک زندہ بخیر رہے، تاکہ احسان کا برائی سے اور وفاداری کا بدلہ جفاکاری سے دے کر ضرب المثل عربی احسان شناسی کو عربی جوانوں کے خون سے رنگین بنادیں۔ مزید برآں کویت نے عراق کو لاکھوں ڈالر بطور قرض بھی دیئے، جب جنگ بند ہو گئی حالات معمول پر آگئے تو اخلاقاً صدام حسین کو یک مشت نہ سہی آہستہ آہستہ یہ قرضہ ادا کر دینا چاہیئے تھا، لیکن انھوں نے بے مقصد طویل جنگ کی وجہ سے، اور دوسری طرف اپنی خون آشام انقلابی بعثی اشتراکی اور استبدادی آمریت کی وجہ سے عراق کو اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی ہر اعتبار سے دیوالیہ بنا کر رکھ دیا، عراقی مسلم عوام عالمی سطح پر خیر و برکت کے اسلامی کاموں میں اپنے کویتی اور سعودی اور دیگر عربی بھائیوں کی طرح حصہ لینے سے یکسر محروم رہے، کیونکہ ان کے سربراہ نے انھیں اپنے کمیونسٹ آقاؤں کی طرح "کنویں کا مینڈک" بنے رہنے پر مجبور کر دیا، یہ بات بھی ریکارڈ کرنے کی ہے کہ عراق بہت بڑی تجارتی مقدار میں تیل پیدا کرتا ہے، ماہرین اقتصادیات کے

---

[1] بلکہ کویت کو عراق ایران جنگ کے دوران جن خطروں اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا، غالباً کسی اور خلیجی ملک کو نہ کرنا پڑا ہوگا اس سلسلہ کے چند واقعات درج ذیل ہیں (۱) ۱۲ر دسمبر ۱۹۸۳ء کو سات دھماکے ہوئے جن کے نتیجہ میں کئی فرزندان کویت شہید ہو گئے (۲) ۲۲ر نومبر ۱۹۸۴ء کو کویت کا "کاظمہ" نامی جہاز اغوا کر کے ایران لے جایا گیا جہاں ۶ر مئی ۱۹۸۶ء تک پڑا رہا (۳) ۷ر رمضان ۱۴۰۵ھ مطابق ۲۶ر مئی ۱۹۸۵ء کو امیر کویت شیخ جابر الاحمد الصباح کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ (۴) ۱۱ر جولائی ۱۹۸۵ء کو کئی چائے خانوں (قہوہ خانوں) میں دھماکے ہوئے (۵) کویت کے بحری تیل ٹینکر کو کئی مرتبہ نشانہ بنایا گیا (۶) ایک موقع پر کویت کا "الجابریہ" نام کا طیارہ اغوا کر لیا گیا (۷) چینی ساخت کے راکٹوں سے ایران کی طرف سے کویت کو نشانہ بنایا گیا، (دیکھیئے مضمون "اس وقت اصل مسئلہ کویت ہے" تحریر: استاذ حسن عبدالحی قزاز، الندوہ، ص ۳، شمارہ ۹۶۰۲، ۲۵ر محرم ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۶ر اگست ۱۹۹۰ء

مطابق اگر وہاں اشتراکیت اور بعثیت نما کیونزم کا منحوس سایہ نہ ہوتا اور سب سے بڑھ کر صدام حسین ایسے آمر مطلق نہ ہوتے جن کو اپنی رعایا اور اپنے ملک سے ذرہ برابر بھی وفاداری نہیں ہے تو آج وہ بھی ایک مالدار ترین عربی ملک ہوتا، اسی المناک صورت حال کا نتیجہ ہے کہ عراق دیگر عربی ملکوں کی طرح آج تک وسیع تر عالم اسلام کے کسی خطہ میں کسی اسلامی منصوبہ کو روبہ عمل لانے میں کوئی حصہ نہیں لے سکا، جب کہ سعودی عرب، کویت، قطر، امارات کی حکومت اور دیگر عرب ممالک کا نام اس سلسلہ میں تاریخ کی پیشانی پر جلی حروف سے کندہ ہو چکا ہے، بہر صورت عراقی اقتصادیات کے حد درجہ مفلوج ہونے کی وجہ سے صدام حسین اس قرض کو ادا کرنے سے کترانے لگے، اور اپنے ہم پیشہ خیانت کاروں اور بد دینوں کی طرح اس سلسلہ میں نہ صرف ٹال مٹول سے کام لینے لگے بلکہ اس سے دست بردار ہو جانے کے لئے کویت پر زور ڈالنے لگے، بہت ممکن تھا کہ کویت اس کو معاف کر دیتا، اگر معقول طریقہ سے عراق کی طرف سے گفت وشنید کی جاتی۔ اور صدام حسین کویت سے آرزومند ہوتے کہ چونکہ ہم لوگ مفلس ہیں اس لئے فی سبیل اللہ سابقہ احسانات کی طرح سیر چشم کویت اس قرض سے بھی چشم پوشی کرے، لیکن اس نے معقولیت کی ساری حدود کو پھلانگ کر اپنے رفقار کار یعنی ڈاکوؤں، لٹیروں، چوروں، اور دہشت گردوں کی طرح دھونس اور دھمکی کا راستہ اختیار کیا، کیونکہ وہ جارحیت کا منصوبہ وضع کر چکے تھے، اور بقول شاعر ؎

بگڑتی ہے جس وقت ظالم کی نیت ؛ نہیں کام آتی دلیل اور حجت

بین اقوامی سیاسی تجزیہ نگاروں اور ماہرین اقتصادیات کے مطابق صدام حسین نے عراق و کویت کے مابین، پڑوس، قرابت، اور زبان و مذہب کے مشترک مضبوط اور دیرینہ رشتوں کی اس درجہ پامالی کا یہ گھناؤنا اقدام اسی لئے کیا تاکہ کویت کی دولت پر ہاتھ مار کر گرتی ہوئی عراقی اقتصادیات کو سہارا دیا جا سکے، دوسری طرف کویت کو ہمیشہ کے لئے اس بعثی اور صدامی شہنشاہیت کا جزو لاینفک بنا لیا جائے جہاں جنگل کا قانون رائج ہے۔ یقیناً صدام نے سوچا ہوگا کہ اگر ان کی اسکیم کامیاب ہوگئی تو وہ عرب کے سارے قائدین سے زیادہ مالدار بن جائیں گے، خصوصاً اگر وہ اس کے بعد ہی سعودی عرب پر قابض ہو کر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے جھنڈے تلے امن و استحکام، مذہب و اخلاق علم و فضل، اور خوش حالی سے بھری پُری اس کی سرزمین میں وہ ہر چیز سے محروم اور ہر شر سے آشنا خون افشا آمریت

بعثیت اور اشتمالیت کا منحوس بیج بونے میں کامیاب ہوگئے. ظاہر ہے کہ اس کے بعد وہ یکے بعد دیگرے سارے عرب ممالک کو نگل کر وہاں بچی کھچی اسلام پسندی کا خاتمہ کر دینے کے بعد الحاد و خدا بیزاری کے لئے فضا سازگار بنا دیں گے. انھوں نے دل میں سوچ رکھا تھا. تب سارے عرب مجھ سے ڈریں گے, مشرق و مغرب پر میری حکمرانی ہوگی, میں ممتاز ہیرو سمجھا جاؤں گا, اگر زندگی نے وفا کی, اس کے بعد کر میں عربوں کی اکثر آبادی کو نیست و نابود کر چکا ہوں گا, اور عربیت اور اسلام سے منسوب ہر قابل احترام چیز کی حرمت کی پامالی سے میں فارغ ہو چکا ہوں گا. جی ہاں. ان کی پلاننگ کچھ اسی طرح تھی, لیکن قضا و قدر ان کے کباب میں گویا ہڈی بن گئی.

ایک ضروری وضاحت:-

راقم الحروف یہاں اس بات کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ اس کا ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ سعودی عرب یا کویت یا امارات یا دیگر خلیجی ملکوں کے عرب حکمراں, معصوم فرشتے ہیں, یا وہ عمر بن عبدالعزیز یا سعید بن المسیب یا حسن بصری ہیں, درحقیقت ان میں بہت خامیاں ہیں, ان کی خاصی اصلاح کی ضرورت ہے, مجھے جو بات اس وقت کہنی ہے وہ یہ کہ وہ بہرصورت صدام حسین سے ہر طرح بہتر ہیں, وہ لوگ اپنی کمزوریوں کے باوجود پہلے بھی اسلام کا دم بھرتے رہے ہیں, اور انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی کرتے رہیں گے, لیکن صدام حسین نے اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اب اسلام کا نام لیا ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا, اور "بتوں نے ستایا تو خدا یاد آیا"

جہاں تک سعودی عرب اور کویت کا تعلق ہے, تو سرکاری اور عوامی دونوں سطح پر, دنیا کے ہر گوشہ میں اسلامی سرگرمیوں کی خدمت میں ان کا ہاتھ بہت لانبا رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا یہ ایک ایسی تابناک حقیقت ہے جس کو کسی دلیل سے ثابت کرنے کی تب ہی ضرورت ہو سکتی ہے جب صدام حسین کے زندہ سلامت رہنے کو کسی دلیل سے ثابت کرنے کی ضرورت ہو. دنیا جانتی ہے کہ دونوں صلح پسند اور اپنے دیگر دوست عرب ملکوں کی طرح باہمی اختلافات کو دوستانہ بات چیت کے ذریعہ حل کر لینے کے علمبردار رہے ہیں, سعودی عرب کو اسلامی عربی اشتراک و تعاون کی فضا سازگار کرنے اور مسلمانوں میں یگانت پیدا کرنے میں ایک طرح کا امتیاز حاصل رہا ہے وہ ہمیشہ جذباتیت, تنابز بالالقاب اور تیز و تند لہجہ کے استعمال سے پرہیز کرتا رہا ہے. پوری دنیا کے مسلمانوں

کو سعودی عرب کی اسلام پسندی. اسلام پر فخر، کتاب و سنت کے احکام کی پیروی. اور اس ناہموار دنیا میں اسلام کا نام بلند آہنگی سے لینے کو بے حد پسندیدگی اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے. جس میں "اسلام" کے لفظ تلخ کو دشمنوں کی بات تو جانے دیجئے) خود صدام حسین ایسے بہت سے عرب اور مسلمان سربراہ یکسر پسند نہیں کرتے. کھلے اور چھپے ہوئے دشمنانِ اسلام کسی ایسے انسان کو بھی گوارہ نہیں کر پاتے جو اسلام کا نام طاقت اور اعتماد کے ساتھ لے، ان کا جب بھی بس چلتا ہے اس کو راستہ سے ہٹا دیتے ہیں، اسلامی اشتراک و اتحاد کے قائد شاہ فیصل اور ان کے بعد مسئلہ افغانستان کے اصل ہیرو اور پاکستان کا سیاسی اور اجتماعی قبلہ درست کرنے والے جنرل محمد ضیاء الحق کو اسی جرم کی پاداش میں اسٹیج سے ہٹا دیا گیا، افغانستان اور فلسطین کے مسئلہ میں بھی سعودی عرب کی اخلاقی اور مالی مدد سارے عربی اور اسلامی ملکوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ رہی ہے. دوسرا نمبر غالباً کویت ہی کا ہوگا. پھر دیگر خلیجی اور اسلامی ملکوں کا، لیکن فلسطین یا افغانستان کے سلسلہ میں ہم لوگوں نے صدام حسین کی کسی کوشش کا کوئی تذکرہ نہیں سنا، ان کا نام پہلی مرتبہ عالمی ذرائع ابلاغ میں ایران عراق جنگ کے بعد سننے کو ملا. اور اب کویت پر ان کے حملہ کے بعد ان پر ہر طرف سے تھو تھو ہو رہی ہے. یا ان کا نام ایک بین الاقوامی مجرم کی حیثیت سے بار بار آتا رہا ہے کہ وہ اپنے مخالفین پر (فوجی ہوں یا شہری) اکثر اپنی ریوالور سے گولی چلایا کرتے ہیں. اور مزدوروں کے سلسلہ میں بیگار کے ایسے جابرانہ اصول پر کاربند ہیں جس سے فراعنۂ مصر بھی ناواقف تھے. اگر کوئی مزدور ہمت کر کے کچھ مانگ بیٹھتا ہے تو اس کو ڈنڈوں سے نوازا جاتا ہے. عراق کے سینے پر جب سے وہ سوار ہوئے ہیں کسی کارِ خیر میں انھوں نے کوئی حصہ لیا ہو یہ سننے کو نہیں ملا، ہاں آج ان کے بہت سے کارندے ان کو ضرور "حاتم" ثابت کرنے کی کوشش کریں گے.

اسلام ایک ناقابل تبدیل قدر

یہاں ہم یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک ناقابل تبدیل قدر کا نام ہے. وہ کوئی ایسی "سیال شئے" اور "قابل تبدیل مادہ" نہیں ہے کہ اہل غرض منافقین حتی کہ خود اندرون صف موجود دشمن جب چاہیں اسے اپنی خواہشات کے سانچے میں

ڈھال لیں، اور سادہ لوح نوجوانوں، عوام کالانعام اور نا عاقبت اندیش جذباتیوں کو یہ کہہ کر دام فریب میں لے آئیں کہ "آؤ جہاد کی طرف" "جمع ہو جاؤ دشمنوں سے لڑنے کے لئے"۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ جہاد کا نعرہ سراسر اپنے مفادات کی خدمت ہے، اور دشمن ان کے نزدیک وہی لوگ ہیں جو ان کے مفادات کے دشمن ہیں، ہر چند کہ وہ سچے اور پکے مسلمان ہی کیوں نہ ہوں، اگر کچھ بندگان خدا اس طرح کے قسمت آزما لوگوں سے دھوکہ کھا جائیں تو یقیناً خدا تو دھوکہ نہیں کھائے گا، جو اس کائنات میں مطلق تصرف کا حق رکھتا ہے، اور اطمینان کی بات یہ ہے کہ یہ عالم رنگ و بو ان غلط انسانی نمونوں کے علی الرغم کلی طور پر ان کی خواہشات کی راہ پر نہیں چلتا۔

عالم عربی کا صدام حسین سے چند سوال:۔

● ——— عالم عربی (جیسا کہ گذشتہ سطروں میں کہا گیا) بڑی حد تک متحد ہو چلا تھا، اور ایران عراق جنگ کے بعد جس نے اس کی دولتوں کو اسفنج کی طرح چوس لیا تھا، اس نے ابھی سنبھالا ہی لینا شروع کیا تھا، اب جب کہ صدام حسین نے ایران کی ساری شرطیں تسلیم کر لی ہیں۔ ان سے پوچھ سکتا ہے کہ

تم نے شروع ہی میں یہ شرطیں کیوں نہ قبول کر لی تھیں، اس طرح دسیوں لاکھ انسانی جانوں کی قربانی اور کھربوں عربی ڈالر کی بربادی تو نہ ہوتی، نیز عراق ایسا بھوکا، ننگا، فقیر اور دیوالیہ تو نہ ہوا ہوتا کہ تم کو پڑوس میں ڈاکہ ڈالنے کی ضرورت پڑ گئی؟ ایسا تو نہیں کہ تم کسی مشرقی یا مغربی بلاک کے کارندہ ہو، عالم عربی اور عراق پر ان کو برباد کرنے کے لئے مسلط کئے گئے ہو؟۔

● ——— اس طویل جنگ کی وجہ سے نہ صرف عراق بلکہ عالم عربی کی اقتصادیات کو برباد کیا، اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کی وجہ سے عرب دنیا خصوصاً اور اسلامی دنیا عموماً فلسطین، افغانستان، مسلم اقلیتوں کے مسائل، اور دیگر بے شمار عربی اور اسلامی مسائل سے بڑی حد تک غافل ہو گئی، جنگ بند ہونے کے بعد اب امید تھی کہ عالم عربی اپنی منتشر طاقتوں کو اکٹھا کر کے ان اہم مسئلوں پر توجہ دے گا، لیکن تم نے کویت پر حملہ کر کے پھر ان مسائل سے توجہات دوسری طرف الجھادی ہیں، کیا ایسا تو نہیں کہ تم اسرائیل یا روس کے ایجنٹ ہو؟ یا پھر انتہا درجہ کے ملحد اور دشمن اسلام ہو، اسلام اور عربیت کو ایک آنکھ بھی نہیں دیکھ سکتے، اور

جو ربولے زور سے " کے اصول سے تم مسلمانوں کی صف میں در آئے ہو، اور ان سے زیادہ بلند آواز سے " اسلام" کا نام لینے لگے ہو تاکہ کسی کا ذہن بھی تمہارے سلسلہ میں دوسری بات نہ سوچ سکے ؟ ۔

● ——— عرصے کے بعد عربی افق پر عربی اور اسلامی اشتراک وتعاون کا سورج طلوع ہوا تھا، لیکن کویت پر اپنے جارحانہ حملے اور قبضہ، نیز سعودی عرب کی سرحد پر لاکھوں فوجیوں کی بھیڑ جمع کرکے، اور اس وقت سے اب تک نت نئے اشتعال انگیز بیانات دے کر، تم نے عربی صفوں میں انتشار پیدا کر دیا ہے، اختلافات اور گروہ بندیاں از سر نو شدت کے ساتھ ابھر آئی ہیں اور مستقبل قریب میں دلوں کے جڑنے، اور اختلافات کی خلیج کے پٹنے کی کوئی امید نہیں، ایسا تو نہیں کہ دور یا نزدیک سے تمہارا سلسلۂ نسب یہودیوں سے جا ملتا ہو۔ یا عقیدتاً تم صیہونی ہو؟ لیکن اب تک ہم لوگ صرف یہی جانتے تھے کہ تم خوں ریز استمالی، اشتراکی اور بعثی ڈکٹیٹر ہو، اور ایک آزاد اور شریف عربی کے اخلاق سے تمھیں دور کی بھی نسبت نہیں ؟ !۔

● ——— تمہارے ایسا مدہوش اور مجنون ہی یہ شبہ کر سکتا ہے کہ عالم عربی پر تمہارے ہاتھوں مسلط کردہ اس کی تاریخ کے پیچیدہ ترین بحران سے، سب سے پہلے اور سب سے زیادہ فائدہ اسرائیل، امریکہ اور ان مغربی ممالک ہی کو پہونچ سکتا ہے جو اسلام اور عربیت کی گھات میں لگے رہتے ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ تم اس اقدام سے قبل اس کو نہیں سمجھ سکے ہو گے، تو کیا تم اسلام اور عربیت کی تمام دشمن طاقتوں کے ہاتھ میں ایک ہتھ کنڈہ تو نہیں ہو؟ اور یہ ساری تاریخی کارروائیاں جو تمھارے خلاف یہ طاقتیں کر رہی ہیں، ہو سکتا ہے کہ در حقیقت ان بہت سارے عجیب وغریب ڈراموں میں سے ایک ہو جو اس دنیا کے اسٹیج پر پیش ہوتے رہتے ہیں، کہ یہ دنیا تضادات اور عجائبات کی آماج گاہ ہے۔ !

Safety
instant milk

مولانا سمیع الحق مدظلہ

جمہوریت ایک طرزِ حکومت ہے نظریہ اور نظامِ حیات نہیں

گذشتہ ہفتہ روزنامہ جنگ کے نمائندہ نے حضرت مولٰنا سمیع الحق مدظلہ سے ایک مفصل انٹرویو لیا۔ ایک سوال مغربی جمہوریت سے متعلق بھی تھا، اس سلسلہ میں مولانا کا نقطہ نظر افادیتِ عامہ کے پیشِ نظر نذرِ قارئین ہے۔ (ادارہ)

جمہوریت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جمہوریت محض ایک طریقِ سیاست اور طرزِ حکومت ہے نظامِ حیات اور نظریہ نہیں ہے۔ سیکولر جمہوریت یا تو سرمایہ داری کو مستحکم کرتی ہے یا پھر اس فسطائیت کو ابھارتی ہے جس کا تجربہ اٹلی اور جرمنی میں مسولینی اور ہٹلر کی صورت میں ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر جمہوریت کو شریعت کی حدود میں مقید کر دیا جائے تو وہ ایک توانا نظامِ حیات اور مضبوط نظریئے کے ساتھ تو چل سکتی ہے تنہا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں بار بار بظاہر جمہوری حکومتوں کے قیام کا جو تجربہ کیا گیا ہے اس میں تو اقلیت کو اکثریت پر حکمرانی کے مواقع فراہم کیے گئے ہیں، جسے کسی بھی طرح جمہوریت کی حکومت نہیں قرار دیا جا سکتا۔۔۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کمیونزم ایک نظریہ اور نظامِ حیات کے طور پر متعارف ہوا مگر رواں صدی کے آخر میں اس کی رخصتی ہو رہی ہے، سرمایہ دارانہ نظام اس سے قبل مردود ہو چکا ہے

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جمعیۃ علماء اسلام کے اوّلین اہداف میں یہی ہے کہ اس نظریاتی خلا کو محض انقلاب سے نہیں "اسلامی انقلاب" سے پُر کرنا ہوگا۔ یہ تب ہو سکتا ہے جب عملاً کسی ملک میں اسلام کا نظامِ حکومت نافذ ہو۔ جمعیۃ علماء اسلام اس سلسلہ میں کافی پیش رفت کر چکی ہے۔ ایوانِ بالا (سینٹ) سے اسلام کے جامع نظامِ حکومت "شریعت بل" کو منظور کرا چکی ہے، اب اگر قوم نے اسلامی ذہن اور شریعت بل کے حامی ممبرانِ اسمبلی کو منتخب کیا تو حکمت و تدبیر سے جمعیۃ کے قائدین اس کے اگلے مرحلے میں بھی انشاء اللہ کامیاب ہوں گے اور

شریعت بل اسمبلی سے پاس ہو گا۔ ملک میں جب عملاً نفاذِ شریعت کی بہار آئے گی تو رواں صدی کے آخری عشرے میں اسلام سرمایہ داری اور کمیونزم کے مقابلہ میں ایک تیسرے نظام کی صورت میں سامنے آئے گا، یہی ہمارے "آج" کا وہ بنیادی سوال اور سیاسی حکمتِ عملی کا نکتۂ آغاز ہے جس کا جواب ہمارے "کل" کی صورت گری کرے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستانی قوم اور نئے منتخب ہونے والے ممبرانِ اسمبلی نے اس بات کی اہمیت کو سمجھ لیا تو نئی صدی نظامِ اسلام کی صدی ہو گی۔ ان شاء اللہ

اِنتخابات اور جمہوریت سے متعلق ایک سوال کے جواب کی مزید توضیح کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل نے کہا کہ اگر ماضی کے رویوں، روایات، سیاسی جماعتوں کے طرزِ عمل اور طرزِ انتخابات میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاتی (جیسا کہ اب بھی سابقہ نظام کو جوں کا توں رکھا گیا ہے) تو ہم مستقبل میں بہتر نتائج کی توقع کیونکر کر سکتے ہیں! اسباب کو جوں کا توں رکھا جائے اور نتائج بدل جائیں، یہ کیونکر ممکن اور قرینِ قیاس ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں سنجیدگی سے یہ سوچنا چاہیئے کہ آخر ہمارا مقصد ہی کیا ہے؟ محض ووٹ کی پرچی کا استعمال یا اس سے بڑھ کر کچھ اور بھی؟ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میرے نزدیک بنیادی خرابی اور تمام مسائل کی جڑ یہ ہے کہ ہم نے ذریعہ کو مقصد بنا لیا ہے، طریقِ کار کو نصب العین قرار دے دیا ہے، حالانکہ انتخابات تو محض چناؤ کا عمل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اصل سوال تو یہ ہے کہ ان منتخب نمائندوں کو کرنا کیا ہے؟ جمہوریت نے ہمارے ہاں عقیدہ کی شکل اختیار کر لی ہے، حالانکہ یہ بس ایک طرزِ حکومت و سیاست ہے جبکہ مملکتِ عزیز پاکستان صرف ایک جمہوری ملک نہیں ہے، آئین میں اس کا پورا نام "اِسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔ اس نام میں جمہوریت دوسرے درجے پر آتی ہے اوّلیت اسلام کو حاصل ہے۔ صرف یہ نہیں بلکہ ملک کا یہ نام تسلسل کے ساتھ ہر آئین میں موجود رہا، اللہ تعالیٰ کا اقتدارِ اعلیٰ ہر آئین میں تسلیم کیا گیا، قراردادِ مقاصد آئین کا جزوِ لاینفک رہی اور قرآن و سُنّت کے ماخذِ قانون ہونے کا اصول سب میں برقرار رہا۔ مروّجہ قوانین کو شریعت کے مطابق بنانے کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام اور اب سینٹ میں ہمارا پیش کردہ متفقہ طور پر منظور کردہ شریعت بل، آئین میں اسلامی تعلیمات کو سمونے کی طرف ایک اہم پیش رفت ہے! البتہ عمل کا معاملہ جیسا کچھ رہا ہے وہ پوری قوم کے سامنے ہے۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پاکستان کے نام میں لفظ "جمہوریہ" کے تقاضوں کی روشنی میں آئین اور متعلقہ قوانین کا جائزہ لیں تو یہ صورتِ حال بھی خاصی مایوس کن نظر آتی ہے۔ انہوں نے کہا اصل خرابی ہمارے طرزِ انتخاب میں ہے، جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا جو "اکثریت کی نمائندہ حکومت" کے جمہوری اصولوں کی نفی کرتا ہے اور "اقلیت کی حکمرانی" کے غیر جمہوری قیام کی ضمانت دیتا ہے ـــــ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اکثر سیاسی راہنما یہ کہتے

رہتے ہیں کہ "پاکستان ووٹ سے بنا یہ ووٹ ہی سے قائم رہ سکتا ہے" مگر یہ آدھی سچائی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پاکستان ٹوٹا بھی ووٹ ہی سے ہے! ووٹ کو بجائے خود کوئی تقدس حاصل نہیں ہے، یہ تو ہتھیار کی مانند ہے آپ اس سے حفاظت، دفاع، فتح اور نفاذِ شریعت کا کام بھی لے سکتے ہیں اور اسے قتل و غارت گری اور خودکشی کے آلہ کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہیں ـــــ آج المیہ یہ ہے کہ ووٹ سے فکر و نظر کا وہ رشتہ منقطع ہوگیا ہے جو قیام پاکستان کا ذریعہ بنا اور جو آج بھی استحکام پاکستان کی ضمانت ہے۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جمعیۃ علماء اسلام اپنے اہداف اور سیاسی حکمت عملی میں نظام انتخابات کی اصلاح کو ایک اہم ہدف سمجھتی ہے، وہ متناسب نمائندگی کی بنیاد پر جماعتی انتخابات اور اسمبلیوں میں وفاداریاں تبدیل کرنے پر پابندی کے اصولوں پر مبنی نئے نظام کے لیے کوشش کرے گی۔ انہوں نے کہا محدود حلقہ بندیوں سے نمائندوں کی فکر اور دلچسپی کے دائروں کو بھی محدود کر دیا گیا ہے، وہ اپنے حلقۂ انتخاب ہی میں ساری توجہ مرکوز رکھتے ہیں، ان میں قومی سوچ مفقود ہوگئی ہے۔ اگر متناسب نمائندگی کے اصول پر مبنی نظام انتخاب رائج کرنے پر جمعیۃ علماء اسلام کی مساعی بارآور ہوئیں تو اس سے سیاست کا نقشہ ہی بدل جائے گا، اس سے قومی سطح کے وہ ممتاز لوگ جو اپنے اپنے شعبوں میں علم و فن اور قومی خدمات کے حوالے سے جانے پہچانے جاتے ہیں، اسمبلیوں میں پہنچنا شروع ہو جائیں گے اور قومی و ملی سوچ محدود علاقائی سوچ پر غلبہ حاصل کرے گی۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ ہمارے ہاں کی لادین اور مغربی جمہوریت میں ایک اور روگ ہر نوعیت کے جرائم کی سزا سے حکمرانوں اور سیاست دانوں کا استثنیٰ ہے، انہیں جرائم کے بارے میں تحفظ حاصل ہے۔

مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اگر حکومت آئین کے آرٹیکل ۶۲ کے مطابق شرائطِ اہلیت کو سختی کے ساتھ نافذ کرتی اور اس میں وہ مخلص ہوتی تو ہم سیاست کو بڑی حد تک غلاظت سے پاک کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۵)

دفاع ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

پیش لفظ: جناب مولانا سمیع الحق مدیر ماہنامہ "الحق"

تالیف: مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب
استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ
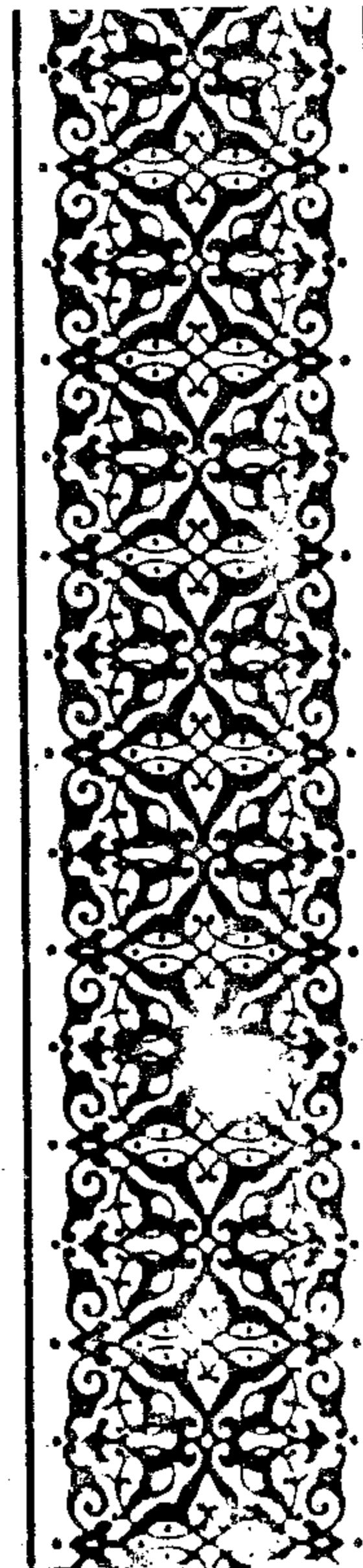
جس میں آپ کی سیرت و سوانح، اخلاص و للہیت، طہارت و تقویٰ، فضائل و فواضل، روایت حدیث میں مقام و مرتبہ، صفات و کمالات، علمی و تبلیغی کارنامے، اجتہاد و فقاہت، احیاء دین اور اشاعت کتاب و سنت کا جذبہ، ابو ہریرہؓ کی فقاہت اور کثرت روایات پر روافض و منکرین حدیث اور مستشرقین کے تیس ۳۰ اعتراضات کا تجزیہ، علمی و تحقیقی جوابات کے علاوہ موضوع سے متعلق دیگر کئی اہم عنوانات پر جامع اور مستند مباحث شامل ہیں

مؤتمر المصنفین
دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک
ضلع پشاور (پاکستان)

مولانا جلال الدین حقانی، بھیرہ

تصویرِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم

حسن وجمالِ جہاں آرا کا نظارا کرنے والے مصورین کی زبانی

محبوب کا تبسم، محبوب کا قد، محبوب کا چہرہ، محبوب کا دہن، محبوب کی آنکھ، محبوب کے دانت، محبوب کے پاؤں اور ہتھیلیاں، محبوب کی رفتار، محبوب کی گفتار کا ہر وقت نظارہ کرنے والے مصوّرین صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بیان۔

محبوبِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کو کما حقہٗ تعبیر کر دینا یہ ناممکن ہے۔ حسینِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے۔ لیکن اپنی ہمت و وسعت کے مطابق حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو ضبط فرمایا ہے۔ یہ حضرات صحابۂ کرامؓ کا امت پر بہت بڑا احسان ہے۔ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات معنوی، علوم و معارف کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اُن کے حُسن وجمال کی تصویر بھی اُمت کے سامنے پیش کر دی۔ اگرچہ محبوب کی ہر ہر ادا مستقل عنوان ہوتی ہے، لیکن نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہے تو محبوب کے خط وخال کو یاد کر کے دل کو تسلی دیتا ہے اور اُس کے واسطے یہ بھی غنیمتِ عظمیٰ ہوتا ہے ؎

گر مصورِ صورت آں دلربا باید کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ام المومنین سیدہ طاہرہ مطہرہ صدیقہ بنت صدیقؓ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنہوں نے محبوب کے حسن وجمال کا نظارہ مکمل کیا تھا فرماتی ہیں، زلیخا کی سہیلیاں اگر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن وجمال کا نظارہ کرتیں تو ہاتھوں کی بجائے دل کاٹ بیٹھیں۔

سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عاشق تصویر بیان کرتے ہیں:-

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَبْیَض	حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف شفاف خوبصورت

كَاَنَّمَا صِيغَ مِن فِضَّه رجل الشعر۔ (شمائل ترمذی) | تھے گویا چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے، آپ کے بال مبارک خمدار تھے۔ رگھنگھریالے)

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قد مبارک، ہتھیلیوں اور پاؤں اور اعضاء کے جوڑوں اور رفتار اور وجودِ مسعود پر بالوں کا نقشہ بیان فرمایا:۔

لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمُ الرَّأْسِ ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ۔ (شمائل ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ لانبے تھے نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُرگوشت تھے، یہ مردانگی کی علامت ہے حضور انور کا سر مبارک بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی، جب چلتے تھے تو گویا کسی اونچی جگہ سے اتر رہے ہیں، حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسا نہ پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں۔

قربان جایئے! مصور نے خلاصہ بتلا دیا کہ اُن جیسا نہ پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار میں عاجزی تھی، سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے۔ اور اسی طرح پاؤں مبارک اٹھا اٹھا کر چلنا ہوتا ہے جو مردانگی و شجاعت کی علامت ہے۔

سیدنا حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دہن مبارک اور مبارک آنکھوں کا نقشہ بیان کیا:۔

كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوسَ الْعَقِبِ۔ (شمائل ترمذی)

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فراخ دہن تھے، آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک کم گوشت تھی۔

یہ سب علامتیں مردوں شجاعوں کی ہوتی ہیں۔ اہل عرب فراخ دہنی کو پسند کرتے تھے۔ بعض لوگوں نے فراخ دہنی سے فصاحت مُراد لی ہے۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے بہترین اور درد ناک آنکھ کی علامت ہے ؎

خمار آلود آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان
وہ قاتل بے پیئے ہی رات دن مخمور ہوتا ہے

دوسری جگہ اس عاشق مصور نے یوں نقشہ کھینچا ہے:۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ أَضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ

حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور انور کو دیکھ رہا تھا، حضور انور اُس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو، بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ

مِنَ الْقَمَرِ۔ (شمائل ترمذی) حضور انور چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔

دیر و حرم میں روشنئ شمس و قمر سے ہے تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں

سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے عاشق مصور گفتار کا نقشہ بیان کرتے ہیں:۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ اِذَا تَكَلَّمَ رُأِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ۔ (شمائل ترمذی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کشادہ تھے (گنجان نہیں تھے) جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بات فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

بہر حال چہرۂ انور کے علاوہ ہزاروں مصورین نے مختلف پیرایہ میں اوصافِ حمیدہ کا ذکر کیا ہے اور بات اتنے پر ختم نہیں ہوتی بلکہ

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو ز خرامان گلہ دارد
دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر
ما ہمچنان در اوّلِ وصفِ تو ماندہ ایم

★★

بقیہ صفحہ ۴۳ : امام شافعیؒ

سمجھ لینا کہ میں نے اس سے رجوع کر لیا ہے۔

آپ امام احمد بن حنبل سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری نظر احادیث صحیحہ پر میری نسبت زیادہ ہے اس لئے میرے قول کے خلاف جب کسی صحیح حدیث کو دیکھو تو مجھے مطلع کرو تاکہ میں اس حدیث پر عمل کر دوں اور اپنی رائے کو نمایاں طور پر ترک کروں [1] (جاری)

---

[1] سیرۃ الائمہ صد ۷۰۰

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

ڈاکٹر جمیلہ سڑلی، پشاور یونیورسٹی

ناصر الحدیث حضرت امام شافعیؒ

علامہ ابن حجر العسقلانی نے توالی التاسیس میں دو احادیث بیان کی ہیں پہلی حدیث ہے :۔

قال قال رسول اللہ لا تسبوا قریشاً فان عالمہا یملاء الارض علماً

اس حدیث کو عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علی کرم اللہ وحضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے الطیالسی نے اپنی مسند میں اور ابونعیم وامام البیہقی نے اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ کہ مندرجہ بالا حدیث کے مصداق امام شافعیؒ ہی ہیں۔ امام النووی نے بھی اس حدیث کا مصداق امام شافعیؒ ہی کو قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے :۔ ان اللہ تعالی یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ رجلاً من یجدد لھا دینھا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ اس حدیث کے مطابق پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں اور دوسری صدی ہجری کے مجدد امام شافعیؒ ہیں۔

اگر عالم اسلام کے علماء کرام پر نظر ڈالی جائے تو امام شافعیؒ جیسے چند علماء ہی نظر آتے ہیں جو تمام تر علوم اسلامیہ پر چھائے ہوئے ہیں۔ ان علوم کی کوئی سی شاخ لے لیں، امام شافعیؒ ہر جگہ ایک نمایاں مقام پر نظر آتے ہیں۔

امام شافعیؒ کا اسم گرامی محمد، ابوعبداللہ کنیت اور ناصر الحدیث لقب ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ شافع بن سائب کی طرف نسبت کی وجہ سے آپ کو شافعیؒ کہا جاتا ہے۔

آپ کا شجرۂ نسب محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب ابن عبید بن عبد بن یزید بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبدالمناف ہے اس طرح ساتویں پشت پر جا کر سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا ملتا ہے [1]

آپ کی والدہ ماجدہ قبیلہ ازد سے تھیں جو یمن کا انتہائی معزز قبیلہ ہے آپ ۱۵۰ھ میں غزہ میں پیدا ہوئے اس سلسلہ میں مختلف روایات ہیں، کہ آپ عسقلان میں پیدا ہوئے یا یمن میں یا منیٰ میں، زیادہ مستند یہی ہے کہ آپ

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۱۰ ص ۲۵۱

عسقلان کے قصبے غزہ میں پیدا ہوئے اس کی تائید امام موصوف کے اس قول سے بھی ہوتی ہے ولدت بغزۃ وحملتنی امی الی عسقلان" یعنی میں غزہ میں پیدا ہوا اور وہاں سے میری والدہ مجھے عسقلان لے گئیں"۔

آپ کی ابتدائی تعلیم حجاز میں قبیلہ ازد میں ہوئی۔ آپ کی عمر جب دو سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو عسقلان سے حجاز لے گئیں۔ اور دس سال کی عمر تک آپ نے وہاں تعلیم حاصل کی۔ آپ خود فرماتے ہیں۔ حفظت القران وانا ابن سبع سنین وحفظت الموطا وانا ابن عشر[2] یعنی میں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک اور دس سال کی عمر میں الموطا حفظ کر لی تھی۔

آپ جب دس سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے آپ کو آپ کے چچا کے پاس مکہ بھیج دیا۔ باوجود چچا کی غربت کے آپ نے محنت اور لگن سے انساب، ادب، تاریخ اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ تین سال تک آپ نے مسلم بن خالد الزنجی سے فقہ اور ابن جریج سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ تیرہ برس کی عمر میں آپ نے امام مالک ؒ کے فضل و کمال کے متعلق سنا تو آپ اپنے استاد مسلم بن خالد الزنجی کا خط لے کر مدینہ روانہ ہوئے اور امام مالک کی خدمت میں حاکم مدینہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ امام صاحب آپ کے مؤثر اور بلیغ انداز گفتگو سے متاثر ہوئے اور فرمایا۔

اتق اللہ سیکون لک شان۔ یعنی اللہ سے ڈرتے رہو کسی دن تمہاری اونچی شان ہو گی[3]۔

امام مالک کی وفات تک آپ ان کے ساتھ ہی رہے۔

امام مالک کے علاوہ آپ نے مدینہ منورہ میں جناب ابراہیم بن سعد الانصاری، عبدالعزیز بن محمد الدراوردی، محمد بن اسماعیل بن ابی فدیک اور عبداللہ بن نافع الصائغ سے بھی استفادہ کیا۔

روایت حدیث کی جرح و تعدیل کے لئے اور ان کی ذہنی حالت کی جانچ پڑتال کے لئے علم فراست بہت ہی ضروری ہے۔ آپ نے یمن جاکر علم فراست حاصل کیا۔ اور اس علم میں کتابیں بھی لکھیں۔

اس کے علاوہ آپ نے قبیلہ ہذیل میں رہ کر علم فصاحت ولغت وادب بھی حاصل کیا۔ بنو ہذیل کے قریبًا دس ہزار اشعار آپ کو زبانی یاد تھے۔ اس کے علاوہ یمن میں آپ نے تیر اندازی، فن تاریخ، نحو و عروض بھی حاصل کئے اور علم حدیث و فقہ میں مطرف بن مازن۔ ہشام بن یوسف القاضی، عمرو بن ابی سلمہ صاحب الدوزاعی اور یحییٰ بن حسان اور اللیث بن سعد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے۔

عراق میں آپ نے علم الحدیث، فقہ و علوم القرآن میں وکیع بن جراح، ابو اسامہ حماد بن ابو اسامہ، اسماعیل بن

---

[1] سیرۃ ائمہ اربعہ ص ۳۴۶ [2] تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۹ و تاریخ بغداد ج ۲ ص ۶۳ [3] اکمال فی اسماء الرجال ص ۵۹۵

علیہ، اور عبدالوہاب بن عبدالمجید سے استفادہ کیا۔[1]

مدینہ میں آپ کی ملاقات امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد سے ہوئی جو اس وقت کوفہ کے عالم و مفتی تھے۔ آپ امام مالک کی اجازت لے کر ۱۷۲ھ میں کوفہ روانہ ہوئے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمد سے مذاکرات و مناظرات علیہ کئے[2] اور امام محمد سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں نقل کیں۔

قیام کوفہ کے دوران آپ نے عراق کے دوسرے شہروں کی طرف بھی سفر کئے۔ آپ دیار ربیعہ بغداد اور مصر بھی گئے۔ شمالی عراق میں حران کے مقام پر ایک عرصہ تک قیام کیا۔ فلسطین بھی تشریف لے گئے اور رملہ میں قیام کیا۔ آپ عراق میں ۱۷۲ھ سے ۱۷۴ھ تک رہے۔

۱۷۴ھ میں آپ پھر مدینہ امام مالک کے پاس تشریف لے گئے۔ امام مالک کی وفات کے بعد آپ کو یمن میں نجران کا حاکم بنا کر بھیجا گیا۔ وہاں پر حاسدوں کی شرارت کی بنا پر قید ہو کر ہارون الرشید کے سامنے لائے گئے لیکن باعزت بری ہو گئے۔

۱۸۱ھ میں آپ مکہ تشریف لائے۔ مکہ میں آپ کا قیام ۱۷ سال تک رہا۔ قیام مصر کے دوران آپ صرف ایک ماہ کے لئے بغداد تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مامون نے عباس بن موسیٰ کو والئی مصر بنا کر روانہ کیا تو آپ نے بھی اہل بغداد کو الوداع کہا۔ اور مصر روانہ ہو گئے۔ مصر میں آپ نے اپنے ننھیال بنو ازد کے ہاں قیام کیا۔ آپ نے وہاں جامع عمرو بن العاص میں درس سے اپنی علمی زندگی کا آغاز کیا۔ اور مصر ہی میں وفات پائی۔

امام شافعیؒ نے رجب کے آخری دن ۲۰۴ھ میں شب جمعہ کو اس دار فانی سے انتقال کیا۔ بعض اصحاب فرماتے ہیں کہ آپ نے پنجشنبہ کو انتقال فرمایا اور بعض کہتے ہیں کہ پنجشنبہ کو نماز مغرب آپ نے ادا کی اور بعد عشاء فوت ہوئے۔ بعض اصحاب یہ فرماتے ہیں کہ بروز جمعہ فوت ہوئے۔ پنجشنبہ والی روایت زیادہ درست ہے کیونکہ اہل شہر کو آپ کی وفات کی خبر جمعہ کے روز ہوئی تھی۔

ابن حجر کے بیان کے مطابق امام صاحب کی موت کا سبب عام طور پر یہ ہے کہ آپ کے اور فتیان بن ابو السمح المالکی المصری کے درمیان کسی مسئلہ پر مناظرہ ہوا جس میں فتیان کی طرف سے کچھ زیادتی ہوئی۔ جھگڑے نے طول کھینچا تو یہ مقدمہ امیر مصر کی عدالت میں پیش ہوا۔ جہاں فتیان کو سزا ہو گئی۔ اور اس عداوت کی بنا پر ایک رات اس نے امام صاحب کو ایسا گرز مارا جس کے باعث سر پر شدید چوٹ آئی۔ جو آخر کار آپ کی موت کا سبب بنی۔

---

[1] ترجمہ الشافعی فی کتاب الام جلد ص　[2] ایضاً

ابن حجر العسقلانی اس واقعہ کو روایت کے اعتبار سے مستند قرار نہیں دیتے لیکن تہذیب التہذیب میں خود ہی فرماتے ہیں ,, مات شہیداً ،، اس کے علاوہ شذرات الذہب میں علامہ عبدالحی فرماتے ہیں :-

ولم یزل بہا ناشراً للعلم ملازماً للاشتغال الی ان اصابتہ ضربۃ شدیدۃ فمرض بسببہا ایاماً ثم مات۔

ابوحیان محمد بن یوسف جو اکابر شافعیہ میں سے ہیں۔ انہوں نے امام صاحب کے مرثیہ میں مصری مالکیوں کے بغض وعناد و ایذا رسانی کا تذکرہ کیا ہے اور اس مرثیہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف مذہب کی وجہ سے بہت سے اصحاب مالکیہ سے آپ کی دشمنی ہو گئی تھی جس کی بنا پر افسوسناک واقعہ پیش آیا۔

آپ کے شاگرد المزنی فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پاس مرض الموت میں عیادت کے لئے گیا۔ اور پوچھا کہ کیا حال ہے۔ آپ فرمانے لگے۔

"اصبحت من الدنیا راحلاً ولاخوانی مفارقاً ولکاس المنیۃ شارباً وبسوء اعمالی ملاقیاً وعلی اللہ وارداً فلا ادری روحی تصیر والی الجنۃ فاھنا ھا اوالی النار فاعزیہا"

اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

الیک الہ الخلق ارفع رغبتی — وان کنت یاذالمن والجود مجرماً

اے معبود خلائق، میں اپنی رغبت کو تیری طرف کرتا ہوں اگرچہ اے عظیم احسان اور بخشش کرنے والے میں گنہگار رہوں۔

ولما قسی قلبی وضاقت مذاھبی — جعلت رجائی نحو عفوک سلما

جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے بند ہو گئے تو میں نے اپنی امید کو تیری بخشش کے لئے سیڑھی بنایا

تعاظمنی ذنبی فلما قرنتہ — بعفوک ربی کان عفوک اعظما

میرا گناہ بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر اے پروردگار تیرے عفو کے ساتھ اس کا اندازہ کیا تو اسے بھاری پایا

فما زلت ذاعفوعن الذنب لم تزل — تجود وتعفو منہ وتکرماً

اے پروردگار تو ہمیشہ بخشش کرنے والا گناہوں کو معاف کرنے والا، سخاوت کرنے والا ہے

فلولاک لم یسلم عن ابلیس عابداً — وکیف وقد اغوی صفیک آدما

اور اگر تیرا فضل نہ ہو تو شیطان سے کوئی عابد نہ بچ سکے کیونکہ اس نے تو تیرے برگزیدہ آدمؑ کو بھی بہکا دیا تھا۔

المزنی کے بیان کے مطابق آپ جب نماز مغرب سے فارغ ہوئے تو آپ پر نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ آپ نے

فرمایا۔ مصر میں جو مشہور عابد ادریس ہیں ان سے جا کر کہو کہ میری مغفرت کی دعا کریں۔ پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اس کے بعد آپ فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انتقال کے بعد امام المزنی نے آپ کو غسل دیا اور بعد نماز جمعہ سری بن حکم امیر مصر نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد نماز عصر آپ کو دفن کیا گیا۔

امام شافعی نے علوم و فنون میں بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ آپ نے مکہ، مدینہ، یمن، عراق اور مصر کے تمام اکابر علماء سے فیضانِ تلمذ حاصل کیا۔ ان میں امام مالک سرفہرست ہیں۔ ان کے علاوہ سفیان ابن عیینہ، مسلم بن خالد الزنجی، سعد بن سالم۔ عبدالعزیز بن محمد، وکیع اور ابو اسامہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

اسی طرح آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے۔ سلیمان بن ربیع فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن میں نے شمار کیا تو امام شافعیؒ کے دروازے پر نو سو سواریاں اہل علم کی موجود تھیں۔ لیکن وہ تلامذہ جو علم و فضل کے آسمان پر ستاروں کی طرح جگمگائے ان کی تعداد ابن حجر العسقلانی کے مطابق ایک سو چونسٹھ ہے۔ ان میں امام احمد بن حنبل۔ ابوبکر الحمیدی، ابو ثور، حرملہ بن یحییٰ۔ سلیمان بن داؤد، ابو محمد الزعفرانی۔ اسماعیل ابن یحییٰ المزنی اور ابو یعقوب البویطی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

ان کے صحاح ستہ کے راویوں کی بڑی تعداد کو آپ کے شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہے ان میں سے چوبیس سے امام بخاریؒ نے، سترہ سے امام مسلمؒ نے، اٹھارہ سے ابو داؤد نے، نو سے النسائی اور چھ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔[۱]

محمد بن حسن المروزی کے مطابق امام شافعی کی تصانیف کی تعداد ایک سو تیرہ ہے۔ ابن ذولاق کے قول کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو چودہ ہے۔ علامہ عبدالحیٰ فرماتے ہیں۔ کہ آپ دو سو سے زائد کتابوں کے خالق ہیں۔ اتحاف النبلاء میں نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ آپ کی تصانیف ایک سو تیرہ ہیں۔

ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں۔ کہ امام شافعی جس فصاحت اور بلاغت سے تقریر فرماتے تھے اس کے سمجھنے کے لئے کافی علم کی ضرورت تھی۔ لیکن آپ نے اپنی تصانیف میں انتہائی آسان و سلیس زبان کو اختیار کیا ہے[۲] آپ اپنے شاگردوں کو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان کو بحد امکان احتیاط سے دلائل کو لکھ دیا ہے۔ تاہم غلطی سے پاک صرف کلام الٰہی ہے اس لئے اگر تم میری کتابوں میں کوئی مسئلہ خلاف کتاب و سنت پاؤ تو

(باقی ص ۳۔ پر)

[۱] سیرۃ آئمہ اربعہ ص ۳۹ [۲] ایضاً ص ۴۰

B.P
بی پی
ذائقے میں لذیذ
غذائیت سے بھرپور
حفظانِ صحت کے
اصولوں پر تیار کردہ
• ڈبل روٹی
• فروٹ بن
• فروٹ کیک
B.P.B
B.P
FRUIT BUN
بی پی (پرائیویٹ) لمیٹڈ
۱۵۱- فیروز پور روڈ - لاہور
فون: ۳۱۶۸۳۱، ۳۱۶۸۳۷
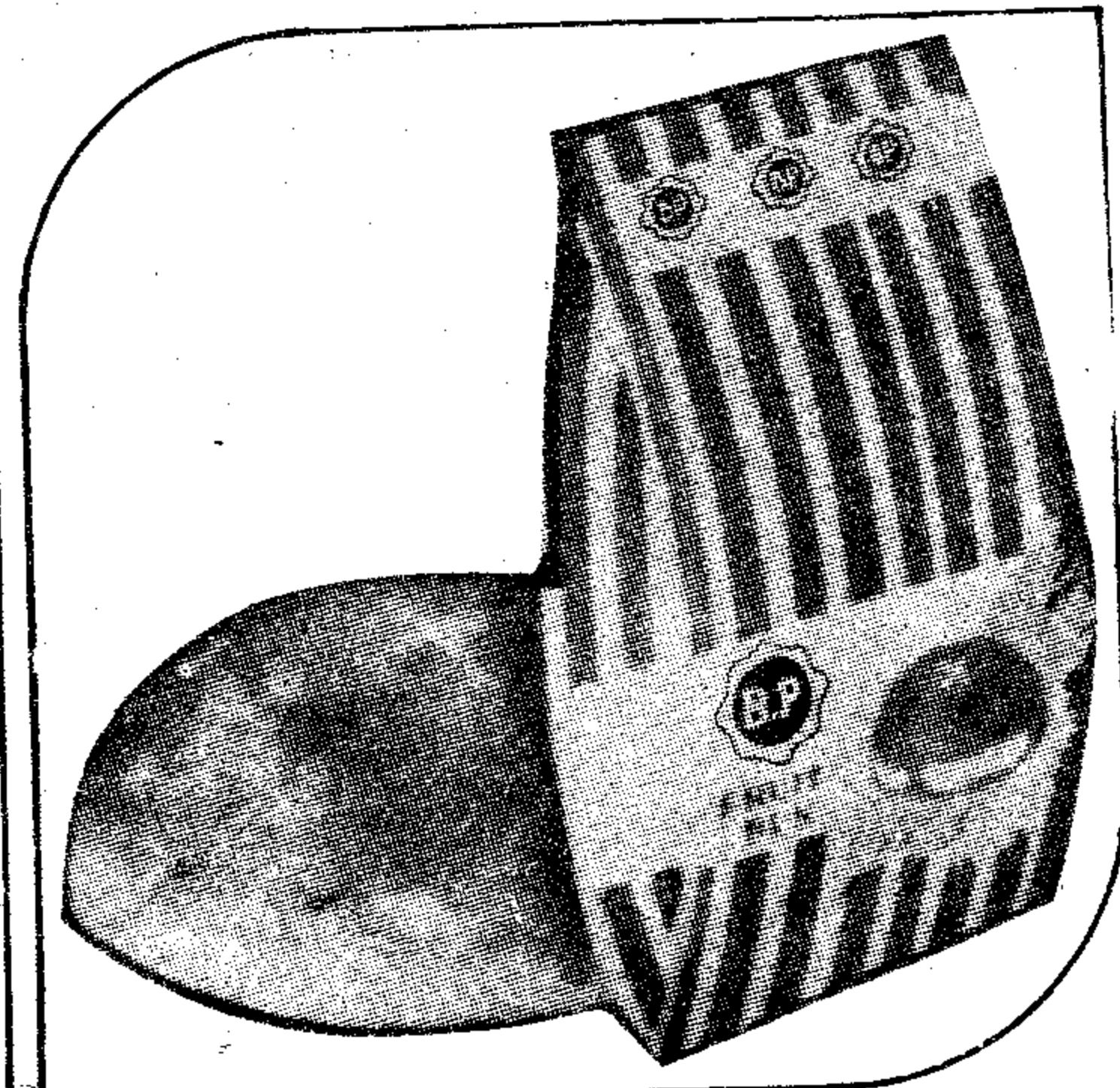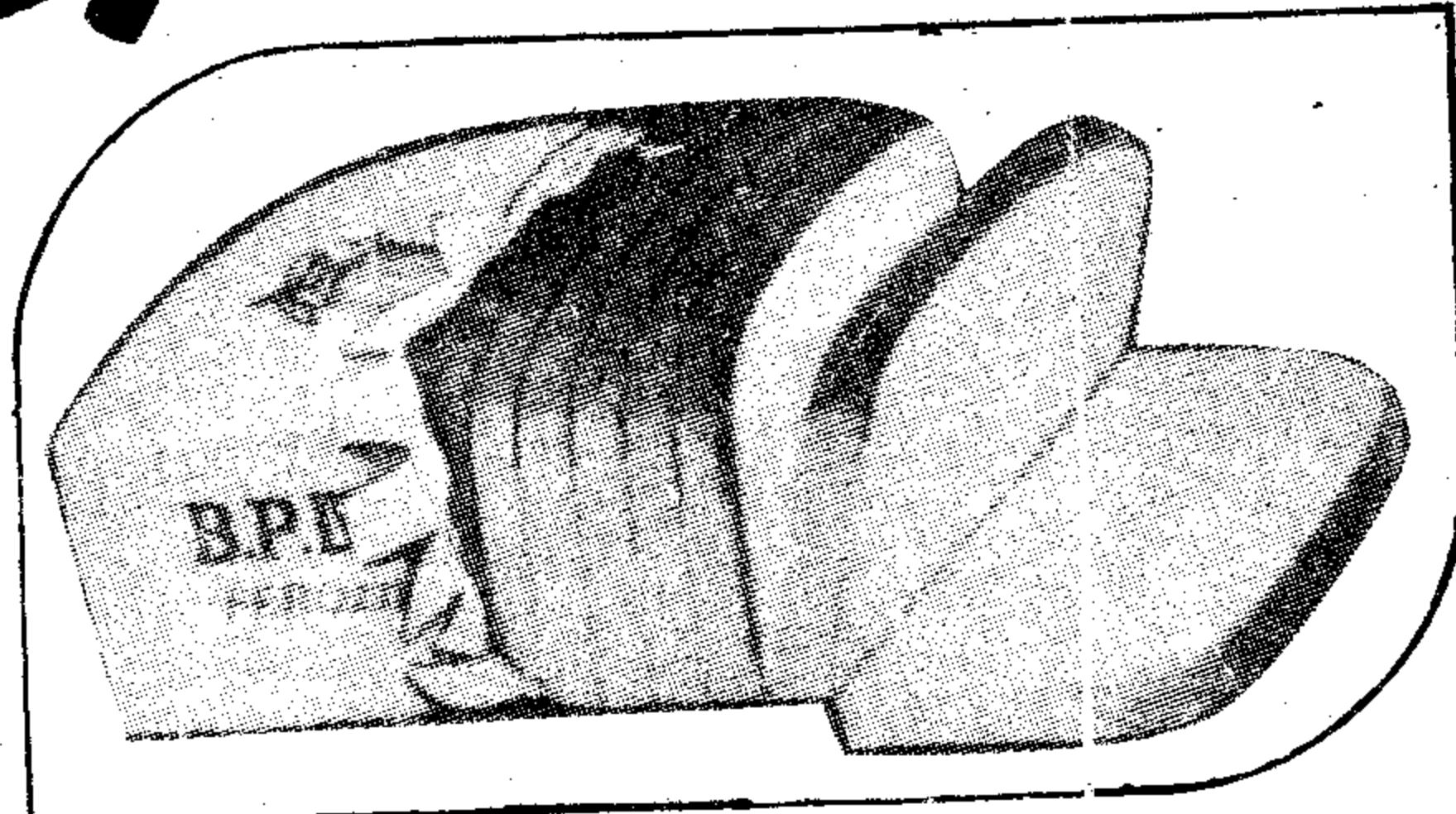
مکتوب بنگلہ دیش

جناب لطف الرحمٰن صاحب فاروقی

بنگلہ دیش میں قادیانی سرگرمیوں کا ایک جائزہ

برصغیر پاک و ہند میں اٹھنے والی شاید ہی کوئی تحریک ہو جس نے بنگال کو متاثر نہ کیا ہو۔ پنجاب سے اٹھنے والی ایک تحریک یعنی قادیانی مذہب بھی بنگال تک اثر قائم کرنے میں کوشاں نظر آتی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی کامیابی کا ایک جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بنگلہ دیش میں احمدی مذہب کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ اندازاً ۱۸۹۷ء، ۱۸۹۸ء کی بات ہے ضلع برہمن بڑیا کے رہنے والے منشی محمد دولت خان نامی ایک وکیل نے لاہور کے حکیم محمد حسین قریشی کے ہاں سے "مفرح عنبری" نامی ایک دوائی منگوائی تھی حکیم صاحب نے دوائی کے ساتھ امام مہدی کی آمد اور ان کے دعوے سے متعلق کچھ اشتہار بھی بھیج دئے۔ اتفاقاً یہ اشتہار مولانا سید محمد عبدالواحد نامی ایک شخص کے ہاتھ لگے۔ ان اشتہاروں کے پڑھنے کے بعد انہوں نے براہِ راست بانی مذہب احمدی مرزا غلام احمد قادیانی سے خط و کتابت شروع کر دی۔ یہ سلسلہ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۸ء تک جاری رہا۔ بالآخر یکم نومبر ۱۹۱۲ء کو وہ بذاتِ خود قادیان پہنچے۔ اور ان کے خلیفہ اول کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدی تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ واپس آنے کے بعد یہاں قادیانی تحریک کی بنیاد رکھی۔ اور ۱۹۱۳ء سے ۱۹۲۶ء تک وہ خود ہی بنگال کی صوبائی انجمن احمدیہ کے امیر اور مبلغ رہے۔

بنگلہ دیش کے قادیانی اول مولانا سید محمد عبدالواحد ضلع برہمن بڑیا کے نصیر پور میں ۱۸۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ احمدیہ جماعت میں شمولیت اختیار کرنے سے پہلے وہ ایک نکاح خواں (میرج رجسٹرار رہے) اس جماعت میں شامل ہونے کے بعد زندگی بھر وہ ہزاروں انسانوں کو احمدی بنانے میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ برہمن بڑیا شہر میں ان ہی کے نام سے منسوب مولوی پاڑہ کی مسجد المہدی کے ساتھ ان کی قبر موجود ہے۔

اس جماعت میں شامل ہونے والے چند اولین افراد کے نام یہ ہیں :-

۱۔ نور محمد احمد کبیر۔ بٹ تلی۔ چاٹگام ۲۔ پروفیسر عبداللطیف مولوی عبدالہادی۔ سندیپ
۳۔ منشی غلام رحمن۔ چوک بازار ڈھاکہ ۴۔ رحیم الدین خان۔ کشور گنج۔ میمن سنگھ
۵۔ مولوی محمد عظیم الدین خان بیر پانکشہ ۶۔ ماسٹر ہاشم الدین بیر پانکشہ
۷۔ مولوی طالب حسین کٹیادی۔ ۸۔ مولوی ابو حامد محمد علی انوار: ناٹار کندی وغیرہ

سید عبدالواحد کے انتقال کے بعد مختلف اوقات میں جو لوگ احمدی جماعت کے امیر رہے ان کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ پروفیسر عبداللطیف ۱۹۲۶ء ۲۔ حکیم ابوطاہر۔ ۱۹۳۰ء
۳۔ خان بہادر ابوالہاشم خان چوہدری ۱۹۳۵ء ۴۔ خان صاحب مبارک علی۔ ۱۹۴۲ء
۵۔ مولوی محمد۔ ۱۹۴۹ء ۶۔ کیپٹن چوہدری خورشید احمد۔ ۱۹۵۰ء
۷۔ شیخ محمود الحسن ۱۹۵۷ء ۸۔ مولوی محمد ۱۹۶۲ء (دوبارہ امیر بنے)

بنگلہ دیش میں سرگرمی | بنگلہ دیش میں احمدی تحریک کے بانی مولوی سید محمد عبدالواحد صاحب کی کوشش سے احمدیت قبول کرنے والے اولین افراد پر مشتمل جماعت سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں برہمن بڑیا میں احمدی خلیفہ کے حکم سے انجمن احمدی کے نام سے قائم ہوئی۔ اس وقت پورے بنگلہ دیش میں ان کی ۹۳ انجمنیں یعنی مقامی جماعتیں موجود ہیں۔ صرف ڈھاکہ میں ۱۰ حلقے قائم ہیں۔ حلقہ کے صدر کو شائق کہتے ہیں۔ کسی مقام پر کم از کم تیرہ احمدی ارکان موجود ہوں تو عموماً وہاں ایک جماعت قائم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں بڑی بڑی جماعتیں بھی قائم ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

پنچ گڑھ۔ سندربن۔ دیناج پور۔ بگڑا۔ رنگ پور۔ کسٹیا۔ برگونا۔ جمال پور۔ چاٹگام۔ راجشاہی پٹوا کھالی۔ ناٹور۔ سانکھیرا۔ بیرسال۔ نرائن گنج وغیرہ۔

ڈھاکہ شہر میں تیز گام۔ میرپور اور نکھال پاڑہ میں احمدیوں کی جامع مسجدیں بھی قائم ہیں۔

مرکز | بنگلہ دیش میں قادیانیوں کا مرکزی آفس ۴ نمبر بکشی بازار روڈ ڈھاکہ میں قائم ہے۔

یہاں مسجد احمدیہ کے نام سے ایک دو منزلہ مسجد کے علاوہ احمدیہ پریس کے نام سے ایک چھاپہ خانہ دارالتبلیغ ہال۔ احمدیہ لائبریری، مشن ہاؤس اور مختلف شعبہ جات کے دفاتر اور چند قابل رہائش کمرے موجود ہیں۔ مرکز میں تقریباً ۱۸ شعبے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

شعبہ تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت۔ شعبہ تعلیم و تربیت۔ شعبہ اصلاح و ارشاد۔ شعبہ علم و صحت۔ شعبہ ادارت و اخبار و جرائد۔ شعبہ خط و کتابت۔ شعبہ مالیات۔ شعبہ تراجم۔ شعبہ وی ٹی اور

اور شعبہ رشتہ ناطہ وغیرہ۔

ہر شعبہ کے لئے ایک ذمہ دار موجود ہے جسے معتمد کہتے ہیں۔ احمدی جماعت کے مختلف عمر کے لحاظ سے مرد اور عورتوں کے لئے مختلف نام سے الگ تنظیمیں قائم ہیں۔ بنگلہ دیش میں ان تنظیموں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ ایک سے پندرہ سال کی عمر تک مردوں پر مشتمل تنظیم کا نام بنگلہ دیش مجلس اطفال احمدیہ۔

۲۔ ۱۶ سے ۴۰ سال کی عمر تک مردوں پر مشتمل تنظیم کا نام بنگلہ دیش مجلس خدام احمدیہ۔

۳۔ ۴۱ سے زائد مردوں پر مشتمل تنظیم کا نام بنگلہ دیش مجلس انصار اللہ۔

۴۔ ایک سال سے ۱۵ سال تک کی عمر پر مشتمل عورتوں کی تنظیم کا نام بنگلہ دیش مجلس ناصرات الاحمدیہ۔

۵۔ ۱۶ سے زائد عمر کی عورتوں پر مشتمل تنظیم کا نام بنگلہ دیش مجلس عمار اللہ۔

اس قسم کی ہر تنظیم کے لئے الگ الگ مجلس عاملہ اور جھنڈا بھی موجود ہے

تقریبات | احمدی خلیفہ کی اجازت سے ہر سال مرکزی دفتر کے سامنے سالانہ اجتماع ہوتا ہے۔ اجتماع عموماً تین روز ہوتے ہیں۔ سالانہ اجتماع منعقد کرنے کا یہ سلسلہ انگریزوں کے دور سے ہے۔ ربوہ اور بھارت کے قادیان سے بھی مندوب اس جلسے میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ جلسہ کی تاریخ کا اعلان بنگلہ دیش ریڈیو۔ ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

مرکزی سالانہ اجتماع کے علاوہ مقامی جماعتیں بھی اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس قسم کے جلسوں کا اہتمام کرتی رہتی ہیں۔ ان جلسوں کی کارروائی بھی ریڈیو ریکارڈ کی جاتی ہے۔ ان تقاریب میں ان کے عبادت خانوں اور دیگر مذہبی اہمیت کے حامل مکانوں کو بھی چراغاں کیا جاتا ہے۔

قادیانی حضرات اس کے علاوہ بھی اور مختلف ایام مناتے رہتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

یکم جنوری سال نو۔ ۲۰ فروری یوم مصلح موعود (اس دن مرزا بشیر الدین نے اپنے آپ کو مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا) ۲۳ مارچ یوم مسیح موعود (۱۸۸۹ء کے ۲۳ مارچ کو احمدی جماعت کی بنیاد رکھی گئی تھی اس لئے اس دن کو یادگار کے طور پر منایا جاتا ہے) ۲۷ مئی یوم خلافت اور یوم اصلاح مذاہب۔

اس کے علاوہ انصار، لجنہ اور خدام کی طرف سے مختلف قسم کے تربیتی نشست و تربیتی کورس اور سالانہ اجتماعات منعقد کرتے رہتے ہیں۔ اطفال اور ناصرات کے لئے بھی دلچسپ پی ٹی شو۔ غبارے اڑانے کے مقابلے، تقریری مقابلے، مقابلہ حسن قرأت و غزل۔ کھیل کود اور معلومات عامہ کے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔

ادبی سرگرمیاں | مرزا غلام احمد قادیانی اور دیگر قادیانی اکابرین کی تصانیف وغیرہ دیگر زبانوں کی طرح

بنگلہ زبان میں بھی ترجمہ ہو کر تبلیغی کاموں میں استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ مقامی طور پر بھی تصانیف تیار کی جاتی ہیں۔ قادیانی حضرات اپنی تصانیف احمدیہ آرٹ پریس سے چھپوا کر انجمن احمدیہ ڈھاکہ سے شائع کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک کتابیں سلیم آباد ڈھاکہ۔ انٹرکون ایسوسی ایٹ ڈھاکہ اور منار پرنٹنگ پریس ڈھاکہ سے بھی چھپوانتے ہیں۔

احمدی جماعت دنیا بھر سے تقریباً ۵۰ اخبارات و رسائل و جرائد شائع کرتی ہے۔ اس کے علاوہ انصار، لجنہ، خدام، اطفال اور ناصرات کی جانب سے بھی الگ الگ اخبارات و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں مسلمانوں میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان بنگلہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ احمدی جماعت کی جانب سے پندرہ روزہ " احمدی " اخبار باقاعدگی سے شائع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خدام کی جانب سے سالانہ اجتماعات کے مواقع پر یادگاری جرائد وغیرہ شائع ہوتے ہیں۔

یہ تھی مقامی طور پر اخبارات شائع کرنے کی بات۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک سے اردو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والی اخبارات، رسائل و جرائد بھی بنگلہ دیش میں منگوائے جاتے ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :-

ربوہ سے شائع ہونے والا اردو روزنامہ " الفضل "۔ انگریزی روزنامہ (REVIEW OF RELIGIONS) اردو ماہنامہ " انصار اللہ "۔ اردو انگریزی ماہنامہ " تحریک جدید " ہندوستان کے قادیان سے شائع ہونے والے ہفت روزہ " بدر "۔ کالی کٹ سے شائع ہونے والے انگریزی سہ ماہی " منارہ " کلکتہ سے شائع ہونے والا بنگلہ ماہنامہ " البشریٰ " لندن سے شائع ہونے والا اردو ہفت روزہ " النصر "۔ انگریزی ماہنامہ THE MUSLIM HERALD جاپان سے شائع ہونے والا انگریزی سہ ماہی THE VOICE OF ISLAM نیروبی سے شائع ہونے والا اردو پندرہ روزہ اخبار احمدیہ گزٹ اور لندن سے شائع ہونے والا انگریزی پندرہ روزہ " احمدیہ گزٹ " وغیرہ۔

بنگلہ دیش احمدی جماعت امدادی کام یعنی خدمت خلق میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان کے زیر اہتمام سندربن اور پنچ گڑھ میں ایک طبی مرکز اور ایک جونیئر سکول قائم ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات میں رضاکارانہ طور پر قومی اور مقامی حد تک امدادی مہم چلاتے ہیں۔ صدارتی امدادی فنڈز میں شرکت، طوفان سیلاب اور آفت زدہ علاقوں میں امدادی دستہ بھیجنا۔ لنگر کھولنا۔ سڑک کی مرمت وغیرہ امدادی و رفاہ عامہ سرگرمیوں کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

افرادی قوت | قادیانیوں کا دعویٰ ہے کہ دنیا میں ان کی تعداد ڈیڑھ کروڑ ہے جب کہ پاکستان میں ۵۰ لاکھ کی تعداد میں قادیانی موجود ہیں۔ ایک انداز سے کے مطابق بنگلہ دیش میں قادیانیوں کی تعداد ۹ ہزار ہے، بنگلہ دیش میں برہمن بڑیا۔ چاٹگام، سلہٹ اور پنچ گڑھ کے دو مقامات کے نام بھی احمدیوں کے نام سے منسوب کئے گئے ہیں۔ یہ دو مقامات بالترتیب "احمدی باڑہ" اور "احمد نگر" ہیں۔

نیشنل امیر | احمدی جماعت کے خلیفہ براہ راست امیر نامزد کرتے ہیں۔ بنگلہ دیش کے موجودہ نیشنل امیر مولوی محمد مصطفےٰ بی ایس سی پی ا ے جی ہیں۔

سابقہ امیر مولوی محمد وسعت برداری کے بعد جون ۱۹۸۷ء کو اس عہدے پر فائز ہوئے۔ ان کی پیدائش برہمن بڑیا ہی میں ہوئی۔ اور عمر ۷۱ سال ہے۔ زمانہ ملازمت میں وہ حکومت کے زرعی شعبہ کے اضافی ڈائریکٹر اور ماہنامہ "کرپیشی کتھا" کے مدیر رہے۔ ان کے علاوہ دو نائب امیر بالترتیب الحاج ڈاکٹر عبدالصمد خان چوہدری اور محمد خلیل الرحمٰن ہیں۔

جناب خلیل الرحمٰن حکومت بنگلہ دیش کے اضافی اکاؤنٹنٹ جنرل رہے۔ آج کل وہ فارن ایڈ فائنانس کنٹرولر ہیں۔ دوسری طرف ڈاکٹر عبدالصمد خان چوہدری برہمن بڑیا صدر ہسپتال کے میڈیکل افسر رہے۔

انجمن احمدیہ کے معتمد عمومی کا نام ن ان محمود سالک ہے۔ اس کے علاوہ مختلف افراد مختلف ذمہ داریوں پر فائز ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

شیخ احمد غنی۔ مولوی محمد مطیع الرحمٰن۔ ڈاکٹر نذرالاسلام۔ الحاج احمد توفیق چوہدری۔ مقبول احمد خان (مدیر پندرہ روزہ "احمدی") محمد عبدالجلیل۔ عبدالرحمٰن بھونیاں۔ نذیر احمد بھونیاں۔ پروفیسر شاہ مصطفیٰ الرحمٰن۔ محمد شمس الرحمٰن۔ اے کے رضا الکریم۔ مولوی عبدالعزیز صادق۔ مولانا صالح احمد وغیرہ۔

احمدی جماعت کے باقاعدہ چندہ دینے والے ارکان میں سے ہر دس ارکان پر ایک رکن بذریعہ ووٹ رکن شوریٰ منتخب ہوتے ہیں۔ دلچسپی کی بات یہ ہے کہ جس رکن کا چندہ باقی ہے یا چہرے پر ڈاڑھی نہیں ہے۔ اس قسم کے افراد شوریٰ کے رکن رہنے کے قابل نہیں رہتے۔ بنگلہ دیش میں انصار کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر عبدالصمد خان چوہدری ہیں۔ کل بنگلہ دیش لجنہ اماءاللہ کے صدر الحاجہ محمودہ صمد اور معتمدہ عام رقیہ احمد ہیں۔

تمام بنگلہ دیش میں انصار کے ناظم کی تقریباً ۲۵ شاخیں ہیں۔ بنگلہ دیش کے خدام کے نیشنل امیر اور نائب نیشنل امیر بالترتیب عبدالہادی اور تصدق حسین ہیں۔

اطفال کے موجودہ ناظم محمد سلیم خان ہیں۔ مقامی احمدی جماعتوں کے امرا کے نام یہ ہیں۔

برہمن بڑیا میں صلاح الدین چوہدری۔

چاٹگام میں علام احمد خان۔ نرائن گنج میں ہلال الدین احمد۔
ڈھاکہ میں محمد خلیل الرحمٰن۔ اس کے علاوہ راجشاہی جماعت کے صدر اے بی ایم عبدالستار
رنگ پور میں جماعت کے صدر ممتاز الدین احمد۔
سندربن جماعت کے صدر شیخ شرف الدین احمد۔
ناٹور جماعت کے صدر ظہیر محمد عبدالرزاق۔
تووا جماعت کے صدر ڈاکٹر احمد علی۔
احمد نگر جماعت کے صدر شریف احمد۔
کروٹا جماعت کے صدر عبدالقیوم بھونیاں اور جمال پور (ہومنی گنج) جماعت کے صدر ڈاکٹر بشیر احمد چوہدری ہیں۔

امیر اور صدر کی اصطلاح میں معمولی فرق پائے جاتے ہیں۔ یعنی جس جماعت میں کم از کم ۲۰، ارکان باقاعدگی سے چندہ ادا کرتے ہیں اس جماعت کے سربراہ کو امیر اور جس جماعت کے باقاعدہ چندہ دینے والوں کی تعداد ۲۰ سے کم ہے اس جماعت کے سربراہ کو صدر کہتے ہیں۔

بنگلہ دیش انجمن احمدیہ لندن کے مرکز کے ساتھ باقاعدہ رابطہ رکھتے ہیں۔ اور خلیفہ کے حکم سے قومی نوعیت کے مختلف اہم امور سرانجام دیتے ہیں۔

بنگلہ دیش احمدی جماعت ان کے باقاعدہ پروگراموں کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر تبلیغی ٹیم تشکیل دے کر سرگرمی کو مؤثر بناتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اپریل ۱۹۸۷ء سے مارچ ۱۹۸۸ء تک کل ۲۶۹، افراد کو قادیانی جماعت میں شامل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

بخشی بازار ڈھاکہ کے مرکزی دفتر کے سامنے پرکشش الفاظ میں سائن بورڈ آویزاں ہے اس میں مزید معلومات کے لئے اندر آنے کی دعوت دی گئی ہے۔ استقبالیہ میں نہایت خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنے والے کارکن مہمان کو قادیانی مذہب کے بارے میں مختلف قسم کی کتابیں۔ فائل کور اور دیگر تحائف سے نوازتے ہیں۔ آج کل احمدی جماعت والے چار دیواری کے اندر اجتماعات، جلسے، کانفرنسیں، پرکشش صفحے کے اخبارات، کتب و رسائل، فلم شو، سوال جواب کی نشست، افطار پارٹیاں، حلقہ چائے، عمائدین شہر کے لئے استقبالئے۔ کیسٹ پروگرام وغیرہ وغیرہ کے ذریعہ سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

اس مضمون میں دی گئی تمام معلومات تکمیل ارسال کی تحقیق "بنگلہ دیشے احمدیہ یا قادیانی شمپردائے" سے ماخوذ یہ معلومات جنوری تا اپریل ۱۹۸۶ء کی ہیں۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی برِّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

PID Islamabad

قارئین ← بنام ← مدیر

افکار و تاثرات

- تفسیر افضلیہ میں عربی متن اور ترجمے میں بے پناہ غلطیاں ـــــ خالد عثمان تیمر
- تفسیر افضلیہ، تحریف قرآن کی مذموم کوشش ـــــ مولانا مدد اللہ مددؔ
- حنفی تحقیقات اور مملکتِ پاکستان ـــــ مولانا محمد صادق مغل راولپنڈی

تفسیر افضلیہ میں عربی متن اور ترجمے میں بے پناہ غلطیاں

سرکاری ملازمین میں "تفسیر افضلیہ" کے نام سے ایک ایسا نسخہ تقسیم کیا گیا ہے جس کا عربی رسم الخط بھی قابلِ تلاوت نہیں۔ مثلاً صفحہ ۱۴۱ بلکہ زیادہ تر مواقع پر یہی انداز "وَھِم" تیسری لائن پر ہر ناظرہ خوان کے لیے ناقابلِ تلاوت ہے۔ صفحہ ۲۰۳ سطر ۵ پر انتُھُم، صفحہ ۲۰۸ سطر ۴ میں لفظ والصدیقین اور لفظ حسُنَ میں حرف سؔ پر پیش (ضمہ) ہے۔ صفحہ ۲۶۱ سطر ۴ پر لفظ جبّا دِیْنَ ، دَاخِلُوْنَ عام رسم الخط کی طرز پر نہیں۔ صفحہ ۲۶۳ پر لفظ لاقتلنّك بھی عجیب ہے۔ اسی طرح صفحہ ۳۶۶ پر اُخرجھم ، لاولنّھُم وغیرہ صفحہ ۳۶۸ پر ھَدٰینا۔ صفحہ ۳۶۹ پر الاعراف اور صفحہ ۳۷۱ پر ننسٰھُم وغیرہ۔ تمام قرآن مجید کا رسم الخط اسی طرح ناقابلِ قرأت ہے۔

عربی رسم الخط کے علاوہ ترجمہ بھی ناقابلِ فہم ہے مثلاً بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم کا ترجمہ اجمالاً کیا گیا ہے علاوہ ازیں اکثر مقامات پر تو ترجمہ اُلٹا پڑھا جاتا ہے۔ مثلاً صفحہ ۱۴۱ پر وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِب کا ترجمہ انہوں نے یوں لکھا ہے: "او وائی پر خدائی دروغ" اب یہ ہر ایک پڑھنے والا نہیں سوچ سکتا کہ لفظ "پر" ، "پہ" پڑھ کر معنی صحیح ہو سکتا ہے۔

ترجمہ کے علاوہ تفسیر پر جو محنت کی گئی ہے اوّل تو یہ شکستہ خط ہے جو بالکل نہیں پڑھا جاتا اور اگر آدمی خوب کوشش کرے اور پڑھ لے تو پھر مطلب ذہن میں نہیں بیٹھتا کیونکہ تقریباً زیادہ تر الفاظ متروک ہیں، اور شاید مفسّر صاحب کو خود بھی پشتو رسم الخط سے کوئی خاص لگاؤ نہیں، کیونکہ انہوں نے اچھے خاصے حروف کو بیا جامہ پہنایا ہے مثلاً صفحہ ۲۲۷ پر حاشیہ میں لفظ "نفاق" کو انہوں نے "نہ فاق" لکھا ہے۔

ناشرین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ پشتو زبان میں سب سے قدیم تفسیر ہے ـــــ بجا ہوگا! لیکن قدیم ہونا کوئی حجت اور ثبوت نہیں صحیح اور بہتر ہونے کا۔

اور اگر حکومت اس بات پر مُصر ہے کہ ترجمہ و تفسیر ہی بہت ضروری ہے تو پشتو زبان میں مقبول و معروف ترجمہ و تفسیر کا بندوبست کیوں نہیں کیا کہ اس مقصد کے لیے ایک گمنام مفسّر اور متروک زبان والے ترجمہ و تفسیر کو اپنایا گیا۔ پشتو زبان میں

قرآن مجید کے تراجم تقریباً چودہ۱۴ بنائے گئے ہیں (ماہنامہ الحق" مئی ۱۹۶۸ء) اور سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر (خصوصی) جلد دوم میں بھی قرآن مجید کے پشتو ترجمہ اور تفسیر پر ایک جامع مقالہ موجود ہے۔ جبکہ ان کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیع قدس سرہ کی تفسیر معارف القرآن کا پشتو ترجمہ آسان اور سلیس زبان میں کیا گیا ہے، اعلیٰ کاغذ اور اعلیٰ چھپائی ہوئی ہے۔ اگر حکومت آخرالذکر تفسیر کو طبع کر دیتی تو شاید بہت بہتر ہوتا۔

قرآن مجید کی مذکورہ تفسیر کا نسخہ جس صاحب کو بھی ملا ہے، ابھی تک ایک بھی ایسا نہیں ملا جو اس ترجمہ و تفسیر کا ایک جملہ بھی آسانی سے، روانی سے یا سمجھ کر پڑھ سکتا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ترجمہ نہ تو تحت اللفظ ہے نہ سلیس اور نہ بامحاورہ یہ تو پشتون بھائیوں کی حالت ہے جبکہ سرکاری ملازمین میں زیادہ تر تعداد اُن حضرات کی ہے جو پشتو رسم الخط پڑھنے سے بہت دُور ہیں۔

سرکاری طور پر شائع شدہ اس قرآن مجید میں نہ تو سیپاروں کی نشاندہی موجود ہے نہ سُورتوں کی نہ رکوعات کی نہ آیات کی اور نہ آیت سجدہ کی کوئی علامت موجود ہے، صرف آیت کو ظاہر کرنے کے لیے حرف "ت" جلی طور پر لکھا گیا ہے۔

سب سے اہم اور ضروری امر جس کے بارے میں توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے، یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے صحیح قرآن مجید چھاپنے اور اشاعت کرنے کے بارے میں باقاعدہ ایک قانون (غلطیوں سے پاک صحیح قرآن مجید چھاپنے سے متعلق ایکٹ نمبر ۴۵ مجریہ ۱۹۷۳ء) منظور کیا ہے (اصل متن انگریزی میں منسلک ہے) جو پاکستان کے قانونی فیصلہ جات P-L-D میں شائع ہو چکا ہے۔

یہ صاحبان چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اس صریح اور واضح قانون کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں تو بموجب قانون مذکورہ کے وفاقی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کے اس فعل پر نوٹس لے، کیونکہ یہ لوگ عدالت میں مقدمہ چلانے کے مستوجب ہیں ——— (خالد عثمان لتمبر)

قرآن مجید کی پشتو تفسیر افضلیہ میں قرآن مجید کے عربی متن اور ترجمے میں بیشمار غلطیاں کی گئی ہیں اور بعض غلطیاں ایسی ہیں جن پر کفر لازم آتا ہے، یہ تفسیر پرسوں ہی ایک دوست کے ذریعے میرے مطالعے سے گذری اور میں نے اس کے صرف پارہ اوّل میں چالیس غلطیاں نوٹ کر لی ہیں۔ اس قرآن مجید کا رسم الخط مصحفِ عثمانی کے رسم الخط کے خلاف ہے جبکہ مصحفِ عثمانی کے رسم الخط پر بارہ ہزار صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے، اس قرآن مجید میں بعض جگہ حروف بڑھائے گئے ہیں اور بعض جگہ کم کیے گئے ہیں، اسی طرح زبر، پیش وغیرہ میں بھی رد و بدل کیا گیا ہے۔ مثلاً پارہ اوّل کی آیت ۱۲۴ میں رَبُّہٗ کی بجائے رَبَّہٗ لکھا گیا ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ (معاذ اللہ) ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو آزمایا۔ اور سورۂ فاتحہ میں نَسْتَعِیْنُ میں آخری نُون کے اوپر پیش کی جگہ زیر لگایا گیا ہے اور ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ "میں خاص تجھ سے مدد مانگتا ہوں" حالانکہ ترجمہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ "ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" کیونکہ یہ جمع کا صیغہ ہے ——— تفسیر افضلیہ کی اشاعت سے پہلے اس کی لفظی اور معنوی غلطیوں کی تصحیح کرانی ضروری تھی

اور اس کے بعد ایک بہترین خوشنویس سے اسکی کتابت کرانی چاہیئے تھی، لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ اور اس کو ناشران قرآن لیمٹڈ ۳۸/ اردو بازار لاہور ۲ کے حوالے کیا گیا، اور اس ادارہ نے بھی اپنی ذمہ داری کا احساس کیے بغیر تفسیر افضلیہ کے دو سو سال پرانے نسخے کو جوں کا توں عکس لے کر ہزاروں کی تعداد میں چھاپ دیا۔ جبکہ اغلاط کے علاوہ اس کا پشتو خط نہایت باریک اور پڑھنے کے قابل نہیں ہے۔ میں نے اپنی شرعی ذمہ داری کے تحت یہ فتویٰ دیا ہے کہ مذکورہ کوائف کی بناء پر تفسیر افضلیہ کے قرآن مجید کی تلاوت شرعاً ممنوع ہے۔ اور صدر مملکت جناب غلام اسحٰق خان سے اپیل کرتا ہوں کہ تفسیر افضلیہ کے تمام نسخے ضبط کیے جائیں تاکہ اس کے مطالعہ سے مسلمانوں کو ذہنی کوفت میں مبتلا ہونے سے بچایا جاسکے۔ اور یہ مطالبہ بھی کرتا ہوں کہ قانون طباعت قرآن کے تحت ناشران قرآن لیمٹڈ لاہور کے خلاف تعزیری کاروائی کی جائے۔ (مولانا مدد اللہ مداد ڈسٹرکٹ خطیب مردان)

حنفی تحقیقات اور مملکتِ پاکستان

مملکتِ خداداد پاکستان اپنے اساسی، نظریاتی اور آئینی اعتبار سے نہ صرف اسلامی ہے بلکہ جمہوری بھی ہے۔ یہاں جمہوریت کے بغیر نفاذِ اسلام ناقابلِ عمل اور اسلام کے بغیر جمہوریت ناقابلِ قبول ہے، اور یہی وجہ ہے کہ یہ مملکت اسلام اور جمہوریت کے حسین امتزاج "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے مقدس نام سے موسوم ہے ——— مملکتِ پاکستان کے اسلامی قرار پانے کے نتیجہ میں یہاں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا تحفظ ضرور ہے مگر یہاں پر اسلام کی بالادستی ایک طے شدہ امر ہے۔ یہاں جمہور اہلِ اسلام کے ہاں مسلمہ ہر اسلامی فرقہ خواہ آبادی کے لحاظ سے اقلیت میں ہو، اکثریت میں، اسے اپنے شخصی احوال کے ہر شعبہ میں اسلام کے تفصیلی احکام پر عمل پیرا ہونے کیلئے، قرآن و سنت کی ان تعبیرات، تشریحات اور ترجیحات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پورا حق حاصل ہے جو خود اُس اسلامی فرقہ کا معتمد مسلک ہے ——— اور اس کے جمہوری قرار پانے کے نتیجہ میں یہ جمہوری مملکت جس طرح دیگر درپیش امور کے سرانجام دینے کی سرکاری پالیسی میں جمہور کی رائے ملحوظ رکھنے کی پابند ہے اسی طرح اسلام کے عمومی احکام اپنانے کی سرکاری پالیسی میں قرآن و سنت کی اُن تعبیرات، تشریحات اور ترجیحات کو ماخذ بنانے کی پابند ہے جو یہاں کی آبادی کی اکثریت کا معتمد مسلک ہے ——— اور چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عوام کی اکثریت اور جمہوریت اہلِ سنت والجماعت احناف کی ہے اور یہاں کے جمہور عوام قرآن و سنت کی تعبیرات، تشریحات اور ترجیحات میں حنفی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں، لہٰذا یہاں اسلام کے عمومی قوانین اور نفاذِ اسلام میں سرکاری پالیسی کا ماخذ حنفی تحقیقات قرار پانا یہاں کے عوام کا مسلمہ جمہوری حق ہے۔ اس جمہوری حق کی ادائیگی سے ہی اس مملکت کا اسلامی اور جمہوری تشخص قائم قرار پاتا ہے اور اسی سے یہ مملکت حقیقی طور پر اسم بامسمّیٰ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" قرار پاتی ہے ——— پس یہاں نفاذِ اسلام کیلئے سرکاری پالیسی کے ماخذ کے طور پر معتمد حنفی تحقیقات کے جائز جمہوری تقاضا کو ملحوظ رکھنا ہی جمہور عوام کے لیے باعثِ اطمینان اور ملک و ملت کے لیے موجبِ استحکام ہے ——— (مولانا محمد صادق مغل مترجم فتاویٰ عالمگیری، راولپنڈی)

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone 66754-66933-66833

UNITED FOAM INDUSTRIES LTD

LAHORE - PAKISTAN
Tel: 431341, 431551

جناب حافظ امان اللہ ۔ اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی

نصیحت کا جامع شرعی مفہوم

امت کے درمیان دین کی دعوت کو قرآن وحدیث میں نصیحت کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ لفظ اپنے اندر بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ چنانچہ لغت کی رو سے اس کے معنی ہیں دھوکا نہ دینا۔ خلوص کے ساتھ پیش آنا کسی چیز کو پاک صاف کرنا اور بنانا سنوارنا۔ ان معانی کے ذریعہ اس کی وسعت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ نصیحت کا مفہوم کسی ایک لفظ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کو ایک جملے میں اسی طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس شخص کی بھلائی چاہنا جسے نصیحت کی جائے۔ اس خیرخواہی میں ایمان کی دعوت اخلاق کی اصلاح اور فکر وعمل کی تربیت سب کچھ ہی شامل ہے۔

سورہ اعراف میں نوح علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام اور ہود علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم سے مخاطب ہو کر جو الفاظ استعمال کئے ہیں وہ یہ ہیں :

اَنْصَحُ لَكُمْ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ نَصَحْتُ لَكُمْ میں نے تمہاری خیرخواہی کی۔ انا لَكُمْ نَاصِحٌ امین میں تمہارا خیرخواہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر پیغمبر اپنی قوم کے خیرخواہ تھے اور ان کی اصلاح کے لئے بے چین رہتے تھے۔

لوگ ان کا مذاق اڑاتے تھے اور انہیں جادوگر اور دیوانہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔	افسوس ایسے بندوں کے حال پر! کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی یہ ہنسی نہ اڑاتے ہوں۔
(یٰس ایت ۳۰)	

یہ کفار مکہ سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھتے اور سنتے نہیں ہیں دنیا میں کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کر کے ہلاک ہو چکی ہیں جن کا نام ونشان مٹ گیا ہے کوئی ان میں سے لوٹ کر واپس نہیں آئی۔ اس پر عبرت نہیں ہوتی۔ جب کوئی نیا رسول آتا ہے وہی تمسخر اور استہزاء شروع کر دیتے ہیں جو پہلے کفار کی عادت تھی۔ چنانچہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفار مکہ کا یہی معاملہ ہے۔ آپ سے رب العزت کا خطاب ہے :-

ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ۰ وان لک	تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں اور
لاجراً غیر ممنون ۰ وانک لعلیٰ خلق	تیرے واسطے بے انتہا بدلہ ہے اور بیشک
عظیم (سورہ قلم ۲-۴)	آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق پر آپ کو پیدا فرمایا ہے کیا دیوانوں میں ان اخلاق کا تصور کیا جا سکتا ہے جس شخص کا خلق اس قدر عظیم مطمح نظر اتنا بلند ہو وہ کسی کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا۔ آپ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور دردمندی میں اپنے آپ کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی وجہ سے " فلعلک باخع نفسک " کا خطاب سننے کی نوبت آئی۔

فلعلک باخع نفسک ان لا یکونوا	شاید کہ آپ ان کے ایمان نہ لانے پر جان دے
مؤمنین۔ (سورہ شعراء آیت ۳)	دیں گے۔
فلعلک باخع نفسک علیٰ اٰثارھم ان	پس آپ ان کے (اعراض کے) پیچھے غم سے اپنی
لم یومنوا بھذا الحدیث اسفاً	جان دے دیں گے۔ اگر یہ لوگ اس مضمون
(سورہ کہف آیت ۶)	(قرآنی) پر ایمان نہ لائے۔

آپ کے غم و تاسف سے معلوم کچھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ ایک نقشہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی، بلکہ غم خواری اور دلسوزی کا شدید منکروں اور کٹر کافروں تک کے لئے جنہوں نے آپ کو اور آپ کے خاندان کو تین سال تک شعب ابی طالب میں نظر بند رکھا۔ طائف میں لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگایا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں حتیٰ کہ آپ کے دونوں جوتے خون کے جاری ہونے سے رنگین ہو گئے۔ آپ کے قید کرنے، وطن سے نکالنے اور شہید کرنے کا منصوبہ بنائے اور آپ نے فتح مکہ کے موقع پر سب کی معافی کا اعلان کیا۔

خیر خواہی اور اصلاح کا یہ جذبہ اسلام اپنے تمام ماننے والوں کے اندر دیکھنا چاہتا ہے تاکہ معاشرے کا ہر فرد دوسرے کی بھلائی چاہنے والا اور اس کی اصلاح کا طالب بن جائے۔ ایک طرف حاکم محکوم کی اصلاح کی کوشش کرے تو دوسری طرف محکوم خیر خواہی کی نیت سے حاکم کو اس کی کوتاہیوں اور خامیوں پر متنبہ کرے امیر غریب کی کمزوریوں کو دور کرے۔ تو غریب امیر کی خرابیوں کو رفع کرے۔ صاحب علم عام آدمیوں کو جہالت اور نادانی سے بچائے۔ تو عام آدمی اصحاب علم کو ان کی لغزشوں کی طرف توجہ دلائے۔ اس طرح پوری امت میں نصیحت اور خیر خواہی کی ایسی فضا پیدا ہو جائے کہ خود بخود اس کی اصلاح ہوتی رہے۔ کیونکہ اس امت میں جو بگاڑ اور خرابی پیدا ہو اس کی اصلاح کی ذمہ داری کسی دوسرے گروہ پر نہیں ہے۔ بلکہ خود اسی کو اپنی

اصلاح کرنی ہے۔اس کا ہر فرد دوسرے کا ہمدرد اور خیر اندیش ہے۔ وہ جس طرح اپنے نفس کی اصلاح و تربیت کی فکر کرتا ہے اسی طرح اسے اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کی بھی فکر کرنی چاہیئے۔

حضرت تمیم داری فرماتے ہیں:۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الدین النصیحۃ قلنا لمن قال للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان الدین النصیحۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "دین اخلاص اور خیر خواہی کا نام ہے۔ہم نے عرض کیا خیر خواہی اور اخلاص کس کے ساتھ؟ آپ نے ارشاد فرمایا خدا کے ساتھ اس کی کتاب کے ساتھ اس کے رسولؐ کے ساتھ مسلمانوں کے ائمہ اور مسلمان عوام کے ساتھ"

یہ حدیث دین اور اس کے تمام مطالبات کو ایک خاص انداز میں ہمارے سامنے رکھ رہی ہے اسی وجہ سے محدثین نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے۔

امام نووی نے اپنے پیش رو علماء کی تشریحات کو سامنے رکھتے ہوئے اس حدیث کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"خدا کے بارے میں نصیحت کا مفہوم یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اس کو تمام صفات کمال سے متصف اور تمام نقائص سے پاک مانا جائے۔ہر معاملے میں اسی کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی سے بچا جائے۔کسی سے بات بھی اسی کیلئے کی جائے اور نفرت بھی اسی کے لئے کی جائے جو اس کا دوست ہو اسے اپنا دوست اور جو اس کا دوست ہو اسے اپنا دشمن سمجھا جائے اسکی نعمتوں کا دل سے اعتراف کیا جائے اور ان پر شکر کیا جائے۔

خدا کے بارے میں نصیحت کے مفہوم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ان مذکورہ باتوں کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔اور ان کو نرمی اور لطف ومحبت سے سمجھایا جائے۔

خدا کی کتاب کے ساتھ نصیحت اور خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس پر اسی حیثیت سے ایمان رکھا جائے کہ وہ خدا کا نازل کردہ کلام ہے۔اور ہر انسانی تحریر و تقریر سے بالکل مختلف اور ممتاز ہے وہ ایسا کلام ہے کہ اس جیسے کلام پر کوئی بھی شخص قادر نہیں ہو سکتا۔اس کی تعظیم کی جائے خشوع وخضوع کے ساتھ اس کی تلاوت کی جائے۔اور اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کی جائے اور اس کے عجائبات میں سوچا جائے۔اس کے ساتھ خیر خواہی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کے علوم کو پھیلایا جائے۔اور اس کی طرف دنیا کو دعوت دی جائے۔

خدا کے رسول کے ساتھ خیر خواہی کے مفہوم میں یہ باتیں شامل ہیں۔
آپ کی رسالت کی تصدیق۔ آپ کی تعلیمات پر ایمان۔ آپ کی اطاعت۔ آپ کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی نصرت وحمایت۔ جو آپ کا دشمن ہو اس سے دشمنی اور جو آپ کا دوست ہو اس سے دوستی۔ آپ کا احترام۔ آپ کی سنت کا احیاء۔ آپ کی دعوت کی توسیع۔ آپ کی شریعت کی نشر واشاعت۔ ان پر جو الزام لگایا جائے اسے دور کرنا۔ ان کے علوم کو سیکھنا اور پھیلانا۔ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینا۔ بغیر علم کے اس کے بارے میں بحث کرنے سے پرہیز کرنا۔ حاملین شریعت کا ادب واحترام کرنا وغیرہ۔
اسی طرح یہ بھی آپ کے ساتھ خیر خواہی میں داخل ہے کہ آپ والے اخلاق اپنے اندر پیدا کئے جائیں آپ کے بتائے ہوئے آداب اختیار کئے جائیں۔ آپ کے صحابہ اور اہلبیت سے محبت کی جائے اور بدعت والوں سے دور رہا جائے۔
ائمہ مسلمین کے ساتھ نصیحت اور خیر خواہی میں یہ باتیں شامل ہیں۔
حق میں ان کی اطاعت اور تعاون۔ نرمی کے ساتھ اور بوقت ضرورت سختی کے ساتھ ان کو نصیحت۔ ان کی جھوٹی تعریف سے بچنا۔ لوگوں کو ان کی اطاعت پر آمادہ کرنا۔ مسلمانوں کے جو معاملات ان تک نہیں پہنچے انہیں ان تک پہنچانا اور جن باتوں سے وہ غافل ہیں ان سے آگاہ کرنا اور ان کے خلاف بغیر کسی معقول وجہ کے بغاوت نہ کرنا۔
خطابی نے لکھا ہے کہ ائمہ مسلمین سے علماء دین بھی مراد ہو سکتے ہیں ان کے ساتھ خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے اور دین کے احکام میں ان کی اتباع کی جائے۔
عام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ جن امور میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے ان کی طرف ان کی رہنمائی کی جائے۔ ان کی تکلیفوں کو دور کیا جائے ان پر حسد نہ کیا جائے ان کے لئے وہی چیز پسند کی جائے جو اپنے لئے پسند ہو اور جو چیز اپنے لئے ناپسند ہو ان کے لئے بھی ناپسند کی جائے۔ ان کی جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی جائے۔ وہ دین ودنیا کی جن چیزوں سے ناواقف ہیں ان سے انہیں واقف کیا جائے زبان ہی سے نہیں بلکہ عمل سے ان کی رہنمائی کی جائے ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے اور ان کی کمزوریوں کو دور کیا جائے اور ان کے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کرائے جائیں۔ اور ان کو خدا کی اطاعت پر ابھارا جائے[1]۔
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کو اتنی اہمیت دی ہے کہ بعض اوقات صحابہ سے اس کیلئے آپ نے خصوصی عہد وپیمان لیا ہے۔ حضرت جریر بن عبداللہ فرماتے ہیں بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح لکل مسلم[2]۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کے لئے بیعت کی ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اصلاح امت اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی کا فرض کس قدر غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

---
[1] شرح مسلم جلد ا کتاب الایمان باب بیان الدین النصیحۃ [2] ایضاً

مولانا عبد القیوم حقانی

تعارف و تبصرۂ کتب

معلم الاداء فی الوقف والابتداء تالیف: قاری محمد تقی الاسلام — صفحات: ۴۰۸ — قیمت: درج نہیں
ملنے کا پتہ: مکتبۃ القراء B بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور

آج کا دور کتابوں کا دور ہے۔ مارکیٹ میں آئے دن نئی سے نئی کتابیں نئے سے نئے لباس میں جلوہ فگن نظر آتی ہیں۔ لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتنی کتابیں ہیں جو کسی اعلیٰ مقصد کے لیے خونِ جگر جلا کر لکھی جاتی ہیں؟ تو اس کا جواب بڑا ٹیڑھا ہوگا اور بڑی مایوس کن شکل سامنے آئے گی۔

زندگی کے ہر شعبہ میں جس بے راہروی، منافقت اور بددیانتی نے ڈیرہ جمالیا ہے، وہی شکل کتابی دنیا میں بھی نظر آتی ہے۔ مقصد سامنے نہیں۔ محنت کا عادی نہیں۔ بس پیسہ بنانے کی فکر ہے، اس لیے اکثر ناشر حضرات ادھر اُدھر سے آنے والی کتابوں کے جھٹ فوٹو بنوا کر کتاب کا اہتمام کر لیتے ہیں، تو بہت سے ناشر محنت کرنے والوں کے نام پی کر یا انہیں غیر اہم طریق سے ٹائیٹل پر ثبت کر کے اصل محنت کے دعویدار خود بن جاتے ہیں۔ اور ایک دانشور کے بقول آج سارا زور "قینچی ورک" پر ہے کہ ادھر اُدھر سے اقتباسات کا طومار اکٹھا کر کے اس پر مؤلف و مصنف کا ٹھپہ لگا دیا جاتا ہے ——— ان حالات میں کسی ٹھوس علمی موضوع پر سنجیدہ کاوش سامنے آتی ہے تو خوشگوار حیرت ہوتی ہے اور احساس ہوتا ہے کہ ابھی کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جو پتہ مار کر کام کرنا جانتے ہیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب ایک ایسے ہی خادمِ علم کی کاوش ہے جس نے عمرِ عزیز کے دس گیارہ برس اس میں کھپائے، وہ اب ۷۰ سال کے پیٹے میں ہیں اور بچپن سے ہی قرآن کے طالب علم ——— دہلی سے لاہور تک کے معروف زمانہ اساتذہ کی زیر نگرانی قرآن حفظ کیا، کتب درسیہ پر عبور حاصل کیا، فنِ تجوید و قرأت کو پورے لوازمات کے ساتھ سیکھا پھر اساتذہ کی نگرانی میں سکھلایا اور اس میدان کو اس طرح عبور کیا۔

اس فن شریف کا ایک اہم حصہ "وقف و ابتدا" کی تفصیلات ہیں، جس ذاتِ باری نے اس کو نازل کیا اُس نے خود ہی بعض ضوابط اُس بندے کو سکھلائے جس پر یہ نازل ہوا ——— صلی اللہ علیہ وسلم ——— اور اس معلمِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات کی روشنی میں اس کے خدام در خدام نے اسے باقاعدہ فن کی شکل دے کر خدمت کا وسیع باب رقم کر دیا ——— اس فن شریف کے جواہر پارے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں

قلمی شکل میں دبے پڑے ہیں برائے نام چھپ کر سامنے آئے ــــ لیکن اس بندۂ خدا نے فیصلہ کر لیا کہ یہ کام کرنا ہے اور پھر اس میں جُت کر ایسی کتاب مرتب کر ڈالی جس کے لیے اہلِ فن یہ کہتے ہیں کہ عربی میں بھی ایسی جامع کتاب نہیں ۔

اُردو کا سرمایہ ایسی کتاب سے بالکل خالی تھا لیکن اب اُردو کو ناز ہو گا ــــ اہلِ علم، اربابِ مدارس اور قرآنی طلبہ کے لیے یہ مجالعہ نافعہ انشاء اللہ تعالیٰ صدیوں راہنمائی کا کام دے گا ــــ ظاہری کتابت و طباعت اور کاغذ و جلد بندی میں حتی الوسع بہتر سے بہتر کی کوشش کر کے ایک اچھی کتاب کا اہتمام کیا گیا۔ جس کی پذیرائی ہم سب پر لازم ہے ــــ اللہ تعالیٰ جناب مؤلف اور ان کے معاونین کو جزائے خیر دے۔

درسِ قرآن مجید جلد ۸، ۹، ۱۰، ۱۱

افادات : مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ ــــ مرتبہ : محمد عثمان غنی
ناشر : قاضی محمد ابراہیم ثاقب الحسینی ناظم دارالارشاد مدنی روڈ اٹک شہر

گذشتہ شمارہ میں مخدوم محترم حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ، کے درسِ قرآنِ پاک کی اولین سات جلدوں پر تبصرہ شائع ہوا تھا، اب چار جلدیں مزید آئی ہیں ــــ مولانا مدظلہ، کے دروسِ قرآن کا یہ مبارک سلسلہ ۱۹۶۴ء میں شروع ہوا اور تا حال جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ آں ممدوح کے اس سلسلۂ خیر کی تکمیل فرما کر اس کی خیر و برکات کو قیامت تک باقی رکھیں۔ موجودہ دور ابتلاء اور فتن کا دور ہے، دین کے نام سے بھی کسی تالیف، تصنیف یا درس کے بارے میں قطعی طور پر یہ لکھنا مشکل ہے کہ یہ ہر طرح سے قابلِ اطمینان اور مستند ہے۔ بس چند گنی چنی شخصیات ایسی رہ گئی ہیں جنہوں نے اکابر کی جوتیاں سیدھی کیں اور ان سے دینِ متوارث کو حاصل کیا، حضرت قاضی صاحب مدظلہ، بھی ان میں سے ایک ہیں۔ الحمدللہ ان کے دروس قرآن کتاب و سنّت کی صحیح تعبیر، عشق و محبتِ رسولؐ اور صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ کی عقیدت کے انوار سے منور ہوتے ہیں ــــ محترم جناب محمد عثمان غنی صاحب جملہ مسلمانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے حضرت قاضی صاحب مدظلہ، کے افادات کو مرتب شکل دے کر ان کی افادیت کو عام کر دیا ہے ــــ تعلیم یافتہ مسلمانوں، واعظین و خطباء اور ائمہ مساجد سے مطالعہ کی خصوصی سفارش کی جاتی ہے۔ تمام مجموعے بہتر کاغذ، اچھی کتابت اور عمدہ طباعت کے ساتھ شائع ہوئے ہیں اور قیمتیں بھی مناسب ہیں۔

ماہنامہ "المذاہب" لاہور

مُدیر : جناب محمد اسلم رانا صاحب
ملنے کا پتہ : ماہنامہ "المذاہب" ملک پارک شاہدرہ، لاہور

محمد اسلم رانا صاحب کو بائبل اور عیسائیت کے مطالعہ سے دلچسپی لیتے ہوئے ۲۷ برس کا طویل عرصہ گذر چکا ہے، موصوف اس موضوع کے ماہر ہیں۔ برطانیہ اور پاکستان کے اخبارات و جرائد میں آپ کے بہت سے مضامین اور مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ علماء کرام، دانشوروں اور ملی طبقوں سے خراج تحسین وصول

کر چکے ہیں۔ ردِّ عیسائیت پر آپ کی تالیفات کی تعداد دو درجن ہے ـــــ رانا صاحب عرصہ پانچ برس سے پاکستان میں "المذاہب" کے نام سے ماہنامہ بھی جاری کیے ہوئے ہیں، جس کا بنیادی مقصد ردِّ عیسائیت و ردِّ یہودیت اور دیگر فرقِ باطلہ کے ردّ کے علاوہ اہم موضوعات مثلاً کتبِ مقدسہ کی تحریر، تصنیف اور انتخاب، عیسائی عقائد و عبادات کی تشکیل و تدریج، یہودیت اور عیسائیت میں اٹھنے والی نت نئی تحاریک اور فرقوں، تبلیغ عیسائیت کے جدید حربوں اور ذرائع و وسائل، تاریخ میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے ایک دوسرے سے سلوک، مملکتِ اسرائیل کی مذہبی حیثیت، تقابلِ ادیان اور مذاہبِ عالم میں اسلام کے اعلیٰ وارفع مقام اور برتری، پاکستان میں اقلیتی مساعی اور اسلام دشمن عناصر کی سرگرمیوں، تحریک و قیامِ پاکستان کے عوامل، پاکستان کی سلامتی و استحکام اور برصغیر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں اسلام کی بقا اور تہذیبِ جدید کی تباہ کاریوں اور ان کے اسلامی تدارک سے واقفیت بہم پہنچانا اور غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام اور ان کے سوالات کے جوابات دینا ہے ـــــ جناب رانا صاحب مسلمانوں کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ سالانہ زرِ تعاون ۵۰/- روپے ہے۔ امید ہے کہ اصحابِ استطاعت ان سے بھرپور تعاون کرکے حق تعالیٰ کے حضور سے اجر و ثواب پائیں گے۔

علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

ملنے کا پتہ:- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور

مسلک علماء دیوبند درحقیقت فکر و عمل کے اس طریقہ کا نام ہے جو دارالعلوم دیوبند کے بانیوں اور اس کے مستند اکابر نے اپنے مشائخ سے سندِ متصل کے ساتھ حاصل کیا ہے جس کا سلسلہ ائمہ متبوعین، سلف صالحین تابعین اور حضرات صحابہ کرام رضی سے ہوتا ہوا حضور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جڑا ہوا ہے۔ یہ فکر و اعتقاد کا ایک مستند طرز اور اعمال و اخلاق کی ایک مثال اور معتدل مزاج و مذاق ہے جو کتابیں پڑھنے اور سند حاصل کرنے سے نہیں بلکہ اس مزاج میں رنگے ہوئے حضرات کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا محض تعلیمی سند یا نسبتِ تلمذ کے بعد کوئی فرد بھی اکابر علماء دیوبند کے مسلک کا صحیح ترجمان نہیں قرار دیا جاسکتا جب تک وہ ان کے فکر و عمل اور اعتدال میں رنگا ہوا نہ ہو۔ پیشِ نظر کتاب میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اسی مسلکِ حقہ اور مسلک علماء دیوبند کو اس طرح واضح اور معیار و کسوٹی بنا کر پیش کیا ہے کہ اس میں اب کوئی التباس اور اشتباہ باقی نہیں رہا۔ اکابر علماء دیوبند کے مسلک و مشرب اور مزاج و مذاق کی وہ خوشبو جو علماء دیوبند کے فکر و عمل سے پھوٹی حضرت حکیم الاسلامؒ کے قلب و ذہن نے اسے جذب کر کے اس کتاب میں الفاظ و نقوش کی شکل دیدی ہے ـــــ ادارہ اسلامیات لاہور نے اس کو کتابت و طباعت اور معیاری اشاعت سے مزین کر کے مسلک حقہ سے وابستہ حضرات کی خدمت میں ایک نادر علمی تحفہ پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ خدا کرے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔

★★
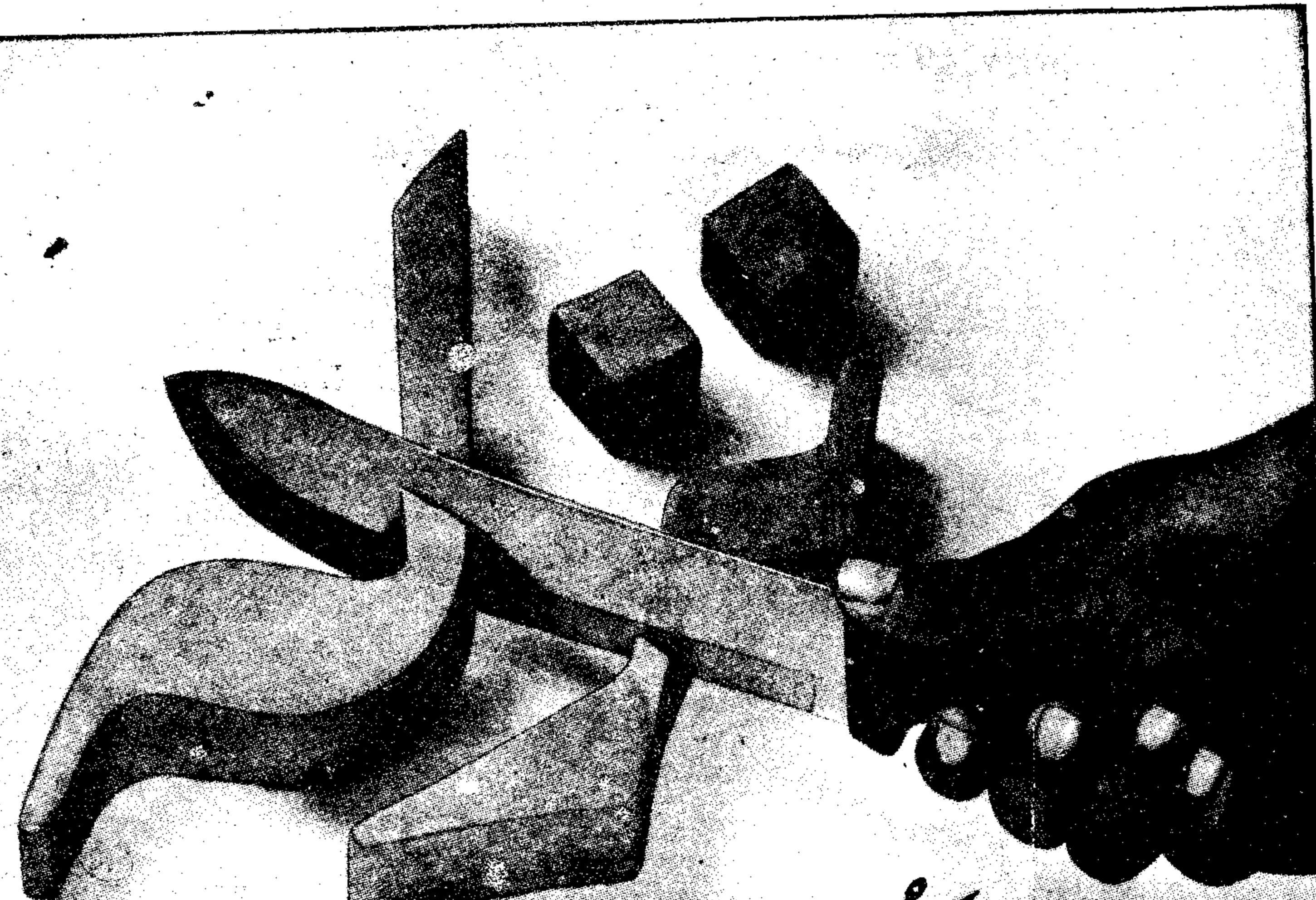
نزلہ کُشتن روزِ اوّل
گلے میں خراش محسوس ہو یا چھینکیں آنا شروع ہوں
تو سمجھ لیجیے کہ نزلہ زکام کی آمد آمد ہے۔ اسے معمولی
بیماری سمجھ کر نظر انداز نہ کیجیے۔ فوری جوشینا لیجیے ورنہ
زکام، کھانسی اور بخار جیسے تکلیف دہ امراض لاحق
ہونے کا اندیشہ ہے۔
جوشینا۔ صدیوں سے استعمال ہونے والے جوشاندے
کے نہایت مؤثر، کافی و شافی قدرتی اجزا کا
خُلاصہ (ایکسٹریکٹ) ہے جو ہمدرد کے ماہرینِ فن
نے سال ہا سال کے تجربات و تحقیق کے بعد جدید دور
کے مصروف انسان کے لیے تیار کیا ہے تاکہ اسے جوشاندے
کو ابالنے، چھاننے اور شکر ملانے کی زحمت نہ کرنی پڑے۔
ایک پیکٹ جوشینا ایک کپ گرم پانی میں ڈالیے، فوری
استعمال کے لیے جوشاندے کی ایک خوراک تیار ہے۔
ہمدرد کی فنّی محنت اور دوا سازی کی صلاحیت کا مظہر
جوشینا
جوشاندے کی
مکمل توانائی
نزلہ و زکام۔ جوشینا سے آرام
ہمدرد
جوشینا دو پیکنگوں میں دستیاب ہے
خوب صورت پلاسٹک مگ
میں اور گتّے کے کارٹن میں۔
جوشینا
عفو و درگذر
بہترین انتقام
ہے
Adarts-JOS-1 89
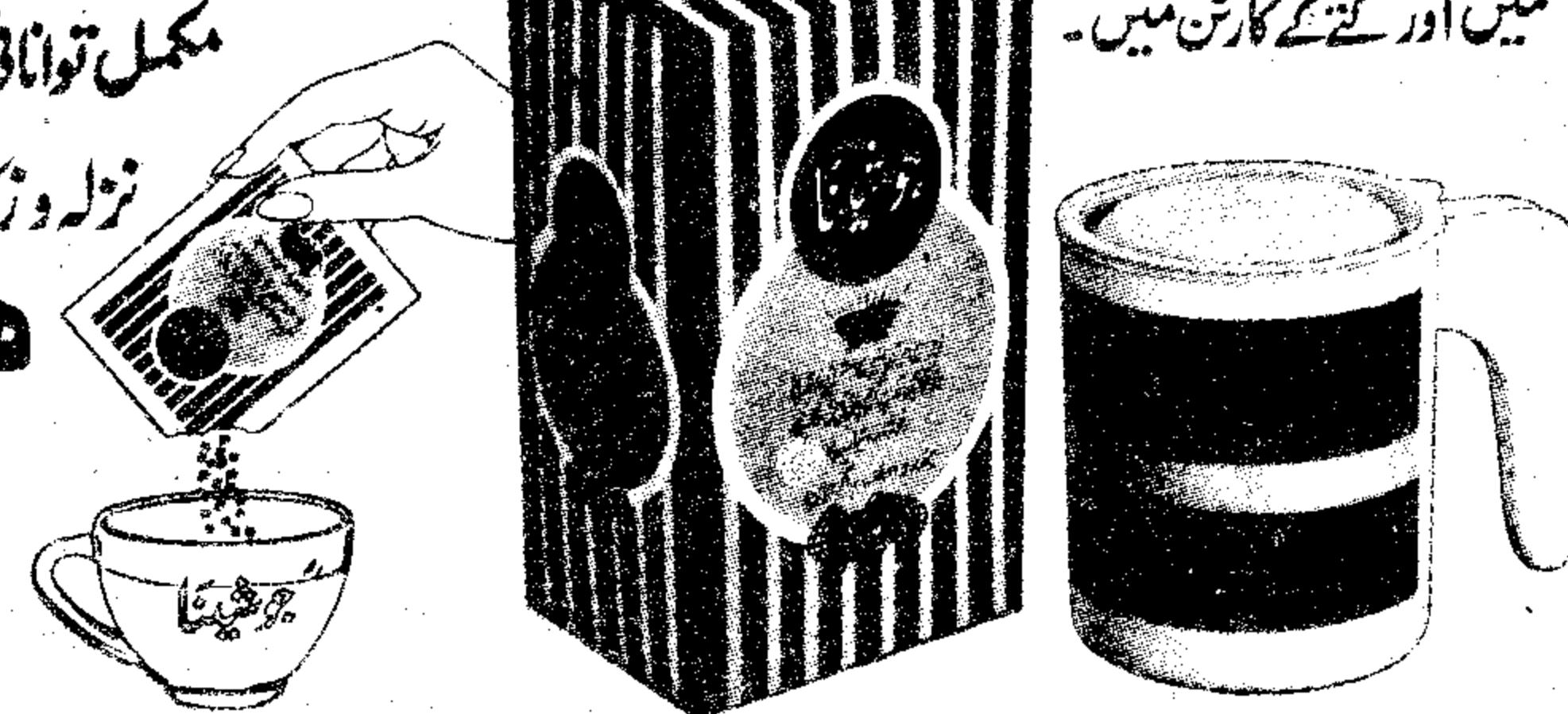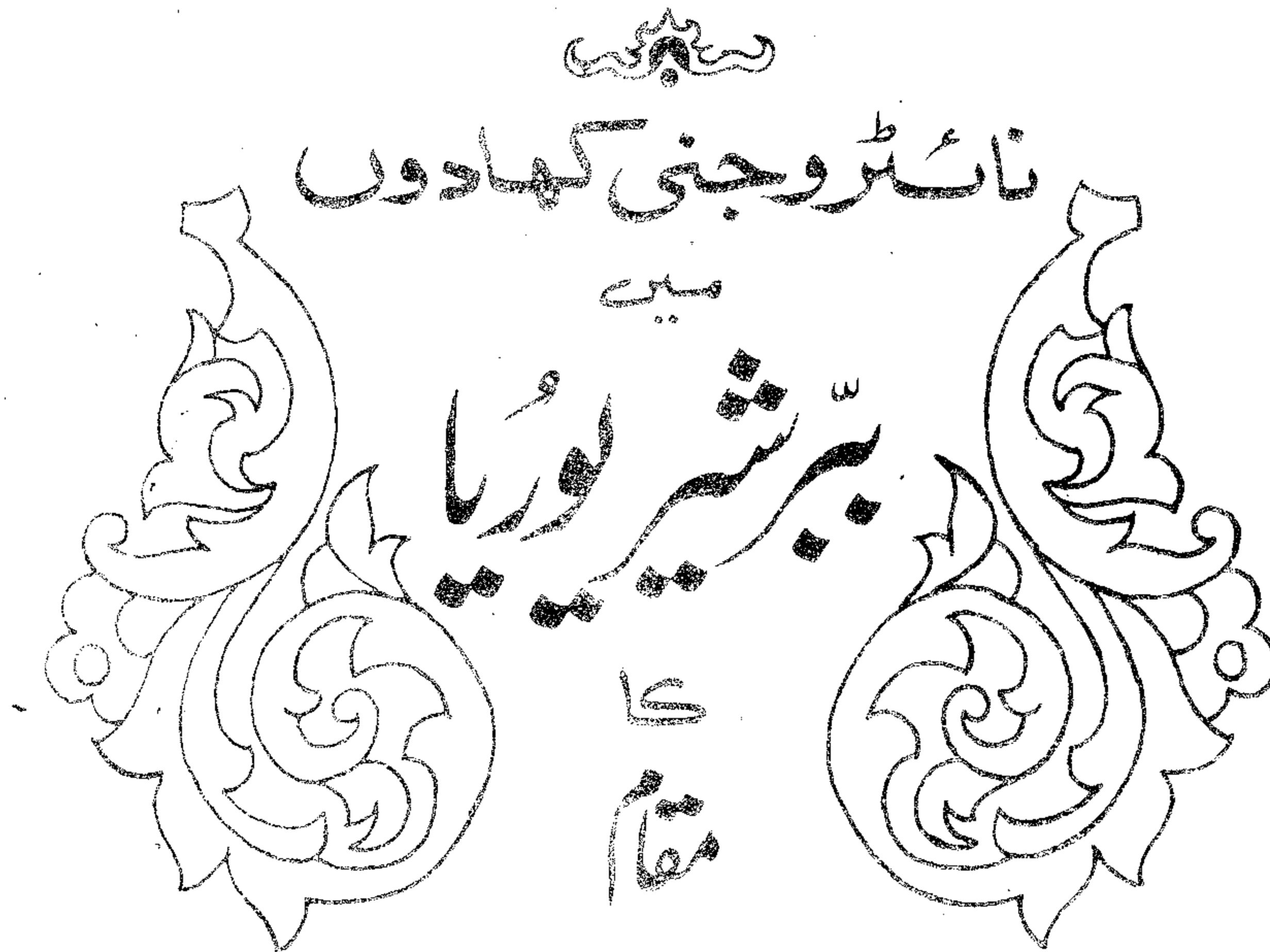
نائٹروجنی کھادوں
میں
ببّر شیر یوریا
کا
مقام

REGD. NO. P-90

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"جب میری امت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی"
"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلات موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذاب الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحاب سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی - باب علامات الساعۃ)